

جادو، جنات اور نظر بد کا توڑ

اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ

لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَّهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ

وَمَا فِى الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِى يَشْفَعُ عِنْدَهٗ

اِلَّا بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيهِمْ وَّمَا خَلْفَهُمْ

وَلَا يُحِيطُوْنَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهٖ اِلَّا بِمَا شَاءَ

وَضَعْ كُرْسِيَّهٗ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا

وَهُوَ الْعَلِىُّ الْعَظِيْمُ

www.KitaboSunnat.com

مبنى برافاداتِ ائمہ سلف

ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن کثیر



محمد جمیل اختر لاہوری

ترجمہ و ترتیب

حافظ ابی بکر حسین بن ابی ہریرہ

نظر ثانی و تصحیح



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب

← عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

← مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload)

کی جاتی ہیں۔

← دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

← کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

← ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

← نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

طوبیہ برائے
المکتبۃ الرقائیۃ

عنایتیہ
136-54



شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے

www.KitaboSunnat.com



E-Mail: mubashir@hotmail.com

PH: 0300 4602878

مبشر اکیڈمی لاہور



جملہ حقوق برائے ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ----- جادو جنات اور نظر بد کا توڑ

مصنف ----- حافظ امیر حسین لاہوری

تاریخ اشاعت: جولائی 2004

تعداد -

تعداد 1000
قیمت 56 روپے

کمزور

1/22/77

14227

[illegible]

ناشر: مبشر اکیڈمی لاہور E-Mail: mubashir@hotmail.com PH: 0300 4602878

جادو جنات نظر بد کا تور

یہ کتاب ایک ایسی جامع اور مفید کتاب ہے جس میں جادو جنات نظر بد کا تور اور دیگر امور کا ذکر ہے۔
 اس کتاب میں جادو جنات نظر بد کا تور اور دیگر امور کا ذکر ہے۔
 اس کتاب میں جادو جنات نظر بد کا تور اور دیگر امور کا ذکر ہے۔
 اس کتاب میں جادو جنات نظر بد کا تور اور دیگر امور کا ذکر ہے۔
 اس کتاب میں جادو جنات نظر بد کا تور اور دیگر امور کا ذکر ہے۔



بنی برافعات اتمہ وسلم
 ابن تیمیہ ابن قیم ابن کثیر

مجموعہ تفسیر القرآن مجلد اول
 جامعہ اسلامیہ دارالعلوم دیوبند





فہرست..... جادو، جنات اور نظربد

صفحہ نمبر	موضوعات و عنوانات	صفحہ نمبر	موضوعات و عنوانات
11	باب (1) جنات کا تعارف	9	پیش لفظ
13	جنات کی خوراک	11	جنات کا وجود
17	جنات کی طرف انبیاء کا مبعوث ہونا	15	جنات کی رہائش
20	جنات کا دین و مذہب	18	حافظ ابن کثیرؒ کا نقطہ نظر
22	جنات کی اقسام	21	جنات کی تخلیق کس چیز سے ہوئی؟
26	جنات میں اولیاء اللہ ہوتے ہیں؟	23	کیا جنات غیب جانتے ہیں؟
27	کتوں اور سانپوں کی شکل اختیار کرنا	26	جنات کا مختلف شکلیں اختیار کرنا
33	بعثت نبویؐ سے پہلے جنات کے حالات	29	جنات کا انسانوں کی شکل اختیار کرنا

35	۲۔ آسمان سے خبریں چوری کرنا	33	۱۔ جنات کی سرکشی
40	جنات کا ایمان لانے کا واقعہ	39	بعثت نبوی اور جنات
43	نیک جنات کے اخلاق و آداب کامیاب	43	مذکورہ روایت پر ایک اعتراض اور اس کا جواب
47	جن فرشتہ کیوں نہیں ہو سکتا؟	45	۱۲۔ جنات سے تمہارا فرشتوں سے
48	جنات کی پیدائش کب ہوئی؟ انسانوں سے پہلے یا بعد میں؟	47	جنات کو تبلیغ کرنے والے اللہ کے افضل ولی ہیں!
50	جنات بہت زیادہ جھوٹ بولتے ہیں	48	جنات کی شادیاں اور افزائش نسل
53	روز قیامت جنات سے کیا سلوک ہوگا؟	50	کیا جنات دین و شریعت کے مکلف ہیں؟
58	باب (2) جنات کا انسان کو ایذا اور تکلیف دینا	54	کیا جنات کو قتل کرنا درست ہے؟
59	بدنِ انسانی میں جنات کے دخول کے دلائل	58	جنات کا بدنِ انسانی میں داخل ہونا
63	جنات کا مال چرا کر انسانوں کو تکلیف دینا	61	جنات بدنِ انسانی میں داخل کیوں ہوتے ہیں؟
65	باب (3) جنات نکالنے کی جائز اور ناجائز صورتیں	64	جنات کا گھروں میں سیرا کر کے انسانوں کو تنگ کرنا
67	جن نکالنا افضل اعمال میں سے ہے!	65	کیا بدنِ انسانی سے جنات نکالنا جائز ہے؟

70	شیخ ابن تیمیہؒ بھی جن نکالا کرتے تھے.....!	68	آنحضرت ﷺ سے جن نکالنے کا ثبوت!
72	جنات بھگانے کے جائز طریقے	71	جنات سے اشیاء محفوظ رکھنے کا طریقہ
73	أمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ساتھ	72	دم جھاڑ کے ذریعے
76	پانی میں قرآنی آیات بھگو کر پلانا.....	75	مار پیٹ اور زبردستی کے ساتھ
79	(۱) شرکیہ کلمات پر مبنی دم جھاڑ کے ذریعے	79	جنات نکالنے کے ناجائز اور غیر مشروع طریقے
80	(۳) جنات نکلوانے کے لیے کاہنوں کی خدمات حاصل کرنا	80	(۲) مبہم الفاظ پر مشتمل دم جھاڑ کے ذریعے
85	باب (4) جنات کی خدمات حاصل کرنے کی شرعی حیثیت	84	(۳) کاہنوں کی ملمع سازیاں اور کفر و شرک پر مبنی حرکتیں
87	جنات سے خدمات حاصل کرنے کی ناجائز صورتیں	85	جنات کی خدمات حاصل کرنے کی جائز صورتیں
91	باب (5) جنات اور شیاطین سے متعلقہ متفرق مسائل	89	جنات سے ناجائز خدمات حاصل کرنے والوں کا غلط استدلال
95	شیطانی وسوسہ پر وحی کا اطلاق؟	91	وحی اور وسوسے میں کیا فرق ہے؟
99	شیطان کس روپ میں وسوسے ڈالتا ہے؟	97	شیطانی روحوں کی حاضری

103	کیا شیطانی وسواس سے گناہ ہوتا ہے؟	101	کیا شیطانی وسواس انسان پر حادی ہو سکتے ہیں؟
105	جنات کی نظر بد بھی لگ جاتی ہے!	105	باب (6) نظر بد کی حقیقت
112	نظر بد سے بچاؤ کے طریقے	110	نظر بد کے متعلق مختلف نظریات
113	۱۔ تعوذات کے ذریعے	113	نظر بد لگ جانے کے بعد علاج کے طریقے
117	۳۔ غسل کا طریقہ	116	۲۔ قرآنی آیات پانی میں بھگو کر پلانا
119	باب (7) 'جادو' کی حقیقت، اسباب، اور اس کا علاج	117	غسل کرنے میں حکمت
121	جادو ایک حقیقت ہے یا تخیل؟	119	جادو کی تعریف
126	جادو گر کے بارے میں شرعی حکم	121	جادو سیکھنا کیسا ہے؟
128	جادو کی اقسام	128	جادو گر عورت، اہل کتاب اور ذمی جادو گر کا حکم
130	جدائی کا جادو	129	بندش کا جادو
133	جادو کے علاج کے طریقے	132	نظر بندی کا جادو



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ از حافظ مبشر حسین لاہوری

اسلامی تاریخ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی تجدیدی نوعیت کی علمی و اصلاحی خدمات کو جو نمایاں مقام حاصل ہے، اس سے کسی بھی صاحب بصیرت کو مجال انکار نہیں۔ شیخ الاسلام کے علمی کارناموں کا ایک پہلو تو یہ ہے کہ آپ موصوف نے معاصر افکار کی گمراہی اور فرقہ ہائے ضالہ کی ضلالت کی نشاندہی عقل و نقل ہر دو طریق سے فرمائی اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ آپ نے محض تنقید اور تردید ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ قرآن و سنت کی روشنی میں اپنی خدا واد اجتہادی بصیرت کو استعمال کرتے ہوئے ہر موضوع پر مثبت فکر بھی پیش کی ہے۔ علاوہ ازیں سلف صالحین کے افکار و نظریات کو اپنے دور کے تقاضوں کے مطابق جس خوبی کے ساتھ ابن تیمیہ نے پیش کیا، وہ آپ پر ختم ہے۔ اس خوبی ہی کی بنا پر آپ کو علمی دنیا میں سلف صالحین کا 'نمائندہ' اور 'ترجمان' قرار دیا جاتا ہے جبکہ گمراہ فرقوں کی معقول علمی تردید، کتاب و سنت ترویج، حدیث و سنت سے استشہاد، ائمہ سلف کے افکار و نظریات کی صحیح ترجمانی، کتاب و سنت کی حدود کا پابند اجتہادی توسع وغیرہ آپ کی وہ خوبیاں ہیں جن کے پیش نظر آپ ان لوگوں کی فہرست میں سرفہرست ہیں جنہیں بلاشبہ 'مجدد' قرار دیا جاسکتا ہے۔

بہت سے ائمہ دین اور مجددین کے مقابلہ میں ابن تیمیہ کو ایک وجہ امتیاز یہ بھی حاصل ہے کہ آپ کا علمی ورثہ اور علمی و اجتہادی نقطہ نظر آج بھی اہل فکر و نظر کے لیے مشعل راہ ہے اور وہ اس لیے کہ قریب قریب وہ سارے افکار و نظریات جو شیخ موصوف کے دور میں مختلف ناموں (مثلاً معتزلہ، مقدریہ، جہمیہ، رافضیہ وغیرہ) کے ساتھ گمراہی تقسیم کر رہے تھے وہ آج بھی موجود ہیں گو کہ اب ان میں سے اکثر و بیشتر فرقے اپنے ناموں کے ساتھ طبعی موت مر چکے ہیں مگر ان سب کے افکار و نظریات منتشر اجزا میں مختلف 'حلقہ ہائے علم و فکر' میں آج بھی تجوگردش ہیں۔ اس لیے دور حاضر میں علمی، فکری، نظری اور اجتہادی نوعیت کے کام کرنے والے اصحاب علم و دانش کے لیے ابن تیمیہ کے علمی ورثہ سے استفادہ ناگزیر ہے۔

راقم الحروف اکثر و بیشتر مسائل میں شیخ موصوف کی کتابوں سے استفادہ کرتا رہتا ہے۔ کچھ عرصہ پیشتر نبوی پیشین گوئیوں کے دور حاضر میں انطباق، جادو، جنات اور شیاطین کی حقیقت، ان کی وارداتوں سے تحفظ اور علاج معالجہ کے روحانی طریقوں اور اسی موضوع سے متعلقہ مختلف شبہات و اعتراضات کے کافی و شافی جوابات کے لیے شیخ موصوف کی کتابوں کی ورق گردانی کا

کافی موقع ملا جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے راقم الحروف نے اپنی بعض کتابوں میں راہنمائی حاصل کی۔ ان میں سے بعض کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں سے ایک کتاب کا عنوان تھا ”نام نہاد عاملوں، کابھوں، جادوگروں اور ایذا دینے والے جنات کا پوسٹ مارٹم“

اس آخر الذکر کتاب میں جادو اور جنات کے حوالے سے شیخ ابن تیمیہؒ کی کتابوں سے استفادے کے لیے موضوع سے متعلقہ تمام مباحث کو یکجا کیا گیا اور ارادہ یہ تھا کہ ان مباحث کو ربط و ترتیب سے مزین کر کے کتاب مذکور کا حصہ بنا کر آخر میں بطور ضمیمہ شامل کر لیا جائے گا مگر مذکورہ کتاب کا حجم دیگر بہت سے موضوعات جمع ہو جانے کی وجہ سے چونکہ پہلے ہی کافی بڑھ گیا تھا اس لیے اس ارادے کو عملی جامہ پہنانے کا خیال ترک کر دیا۔ مگر بعد میں برادر اصغر جمیل اختر کی معاونت سے اسے ایک نئی شکل میں مرتب کر دیا گیا تاکہ متعلقہ موضوع کے حوالے سے اگر کوئی شخص موصوف کے علمی مباحث سے براہ راست استفادہ کرنا چاہے تو اسے یہ سہولت بھی مل سکے۔ چنانچہ شیخ موصوف کے منتشر علمی موتیوں کو بڑی عرق ریزی اور حد درجہ احتیاط کے ساتھ جمع کر دیا گیا جو ”جادو، جنات اور نظر بد“ کے نام سے اب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کتاب میں جو علمی کام کیا گیا ہے اس کی تفصیل بالترتیب درج ذیل ہے:

✽ اس کتاب کے تمام مباحث شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی کتابوں سے یکجا کئے گئے ہیں۔ ✽ ان منتشر اجزاء کی جمع و ترتیب میں جہاں جہاں نقلی محسوس ہوئی وہاں شیخ الاسلام کے دوامیہ ناز شاگردوں یعنی حافظ ابن قیمؒ اور حافظ ابن کثیرؒ کی کتابوں سے مدد لی گئی ہے۔ ✽ ہر بحث کے آغاز میں مترجم نے اپنی طرف سے بطور تمہید چند سطریں لکھ دی ہیں تاکہ ربط کلام متاثر نہ ہو۔ ✽ بحث کے دوران اگر کسی علمی نکتے کی وضاحت ضروری محسوس ہوئی تو وہاں مترجم نے اضافہ کر دیا اور آخر میں (مترجم) کا اشارہ دے دیا، تاکہ وہ اقتباس ائمہ اسلاف کے مباحث سے ممتاز رہے۔ ✽ شیخ الاسلام اور ان کے تلامذہ کے مذکورہ موضوع سے متعلقہ علمی نکات کو چونکہ ان کی مختلف کتابوں اور تحریروں سے جمع کر کے ترتیب دیا گیا ہے اس لیے ان کے حوالے ساتھ ساتھ ہی ذکر کر دیئے گئے ہیں۔ ✽ ترتیب کتاب، ابواب بندی اور سرخیوں کی تقسیم وغیرہ کا سارا کام اور پھر ان کا رواں ترجمہ وغیرہ مرتب ہی کا کیا ہوا ہے۔ فجزاہ اللہ خیرا جہاں کوئی ضرورت محسوس ہوئی وہاں راقم الحروف نے اصلاح کر دی ہے۔ امید ہے کہ جادو، جنات اور نظر بد کے حوالے سے ان ائمہ اسلاف کا نقطہ نظر سمجھنے کے لیے کتاب ہذا پوری طرح راہنما ثابت ہوگی۔ ان شاء اللہ!

محتاج دعا و اصلاح حافظ مبشر حسین لاہوری ناظم ’مبشر اکیڈمی‘

مکان نمبر 11 گلی نمبر 21 مکھن پورہ نزد نیوشاد باغ لاہور (فون) 03004602878

باب اول (۱)

جنات کا تعارف

بعض لوگ جنات کے وجود کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیتے ہیں حالانکہ قرآن و سنت میں بے شمار ایسے دلائل موجود ہیں جن سے نہ صرف یہ کہ جنات کا وجود ثابت ہوتا ہے بلکہ ان کی رہائش، خوراک، پوشاک اور ان کے اسلام لانے یا سرکشی کی راہ اختیار کرنے کے حوالے سے بھی بہت سی معلومات ہمیں حاصل ہوتی ہیں۔

تاہم اس کے باوجود ایسے لوگ بھی ہر دور میں موجود رہے ہیں جنہوں نے جنات کے وجود کو تسلیم کرنے سے محض اس لئے انکار کیا کہ یہ ہمیں دکھائی تو دیتے نہیں، پھر بھلا ہم ان کے وجود کو کیسے تسلیم کر لیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے دور میں بھی عقل پرستوں کے گمراہانہ افکار و نظریات سے متاثر ہو کر بعض لوگوں نے جنات سے متعلقہ حقائق سے انکار شروع کر دیا۔ چنانچہ امام موصوف نے ان لوگوں کا کافی دشمنی رد فرمایا۔ آئندہ صفحات میں ہم شیخ موصوف کی وہ تحریریں اور اقتباسات پیش کریں گے جن میں انہوں نے جنات کے وجود اور ان سے متعلقہ دیگر امور کو قرآن و سنت اور واقعاتی حقائق کی روشنی میں پیش کیا ہے۔ (مرتب و مترجم)

جنات کا وجود:

الحمد لله! قرآن و سنت سے جنات کا وجود ثابت ہے۔ اس بات پر امت کے سلف صالحین اور تمام ائمہ کرام کا اتفاق رہا ہے [”مجموع الفتاویٰ“ از شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ (جلد ۲۴ صفحہ ۱۵۴)]

ہر خاص و عام جانتا ہے کہ جنات کا وجود انبیاء کرام کی خبروں سے متواتر طور پر ثابت

ہے، لہذا صاحب ایمان لوگوں کے لیے جنات کے وجود کا انکار کرنا ایسے ہی ناجائز ہے جیسے ان کے لیے فرشتوں، دوبارہ زندہ کئے جانے اور اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کا انکار ناجائز ہے۔ [مجموع الفتاوی (ج ۹ ص ۱۰)]

یہ بات صحابہ کرامؓ، تابعین عظام، ائمہ اسلام اور مسلمانوں کے تمام اہل السنۃ والجماعۃ کے فقہی گروہوں کے مابین متفق ہے کہ جنات کا وجود (کتاب و سنت سے) ثابت ہے حتیٰ کہ کفار کی اکثریت بھی جنات کے وجود کو تسلیم کرتی ہے اور اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کا موقف مسلمانوں کے موقف کی طرح ہے یعنی ان میں سے بعض تو جنات کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں جبکہ بعض اس کا انکار کرتے ہیں، جس طرح مسلمانوں میں جہمیہ اور معتزلہ جنات کے وجود کا انکار کرتے ہیں۔ البتہ معتزلہ میں سے ایک گروہ، جبائی، ابوبکر الرازی اور ان کے علاوہ چند اور لوگ، جنات کے وجود کا اقرار کرتے ہیں۔ [الفتاوی (ج ۹ ص ۹)]

عرب کے مشرک ان کے علاوہ سام کی اولاد، ہندو اور حام کی اولاد، اسی طرح جمہور کنعانی، یونانی اور ان کے علاوہ یافث کی اولاد، یہ سب جنات کے وجود کا اقرار کرتے ہیں۔ [ج ۹ ص ۱۲]

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جو کہتا ہے: ”اگر مجھے جنات کی اصل کیفیت اور ان کی صفات کے بارے میں صاف وضاحت نہ ہوئی تو میں جنات کے متعلق علماء کی کسی بات کو تسلیم نہیں کروں گا“ (اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟) تو شیخ نے جواب دیا:

”جہاں تک اس شخص کا یہ کہنا ہے کہ ”اگر مجھے جنات کی کیفیت و ماہیت کا علم نہ ہو.....“ تو یہ بات محض اس کی لاعلمی کی وجہ سے ہے اور لاعلمی کی وجہ سے جنات کے وجود کا انکار نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ان کا وجود قرآن و سنت کے دلائل کے علاوہ اور بھی بہت سی

حیثیتوں سے ثابت ہے مثلاً بعض لوگوں نے جنات کو دیکھا ہے اور ایسے لوگ بھی موجود ہیں جنہوں نے ان (جنات کو دیکھنے والے) لوگوں کو دیکھا ہے..... بعض لوگ جنات سے ہم کلام بھی ہوئے ہیں اور جنات نے بھی ان سے کلام کیا ہے۔ اگر میں ان واقعات کو ذکر کروں جو مجھے اور میرے ساتھیوں کو جنات کے ساتھ پیش آتے رہے ہیں تو بات طوالت پکڑ جائے گی! [ج ۴ ص ۱۴۱]

واضح رہے کہ اگلے باب میں ہم شیخ کے جنات نکالنے سے متعلقہ چند واقعات بھی ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ! (مرتب)

جنات کی خوراک:

قرآن و سنت میں بیسیوں ایسے دلائل ہیں جن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جنات بھی اسی طرح خوراک کے محتاج ہیں جس طرح کہ انسان اس کا محتاج ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے درج ذیل دلائل سے اس بات کو ثابت کیا ہے:

۱۔ عبد اللہ بن مسعودؓ سے صحیح مسلم وغیرہ میں روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”أتانی داعی الجن فذهبت معه فقرات عليهم القرآن، فقال: فانطلق بنا فأرانا آثارهم وآثار نيرانهم وسألوه الزاد فقال: لكم كل عظم ذكر اسم الله عليه يقع في أيديكم أو فرما يكون لحما، وكل بعرة علف لداو ابكم، فقال النبي ﷺ: فلا تستجوبهما فانهما زاد اخوانكم“

[صحیح مسلم: کتاب الصلاة: باب الجهر بالقراءة في الصبح: حدیث (۱۰۰۷)]

”میرے پاس جنات کا قاصد آیا، میں اس کے ساتھ (جنات کی ایک جماعت کی طرف) گیا میں نے ان (جنات) کے سامنے قرآن کی تلاوت کی، راوی حدیث کا کہنا ہے کہ پھر نبی اکرم ﷺ ہمارے ساتھ گئے اور ہمیں ان جنات کے اور ان کی آگ کے نشانات دکھائے۔ (پھر آپؐ نے فرمایا کہ) انہوں نے مجھ سے اپنی خوراک کے بارے

میں سوال کیا تو میں نے کہا کہ ”برودہ ہڈی جس پر اللہ کا نام لیا جائے تو وہ تمہاری خوراک ہے اور اللہ کا نام لینے کی برکت سے وہ تمہارے ہاتھوں میں گوشت سے بھرپور ہو جائے گی اور یگتیاں تمہارے جانوروں کا چارہ ہے“ پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”تم ان دونوں چیزوں (یعنی ہڈی اور جانوروں کی لید، یگتیاں وغیرہ) سے استنجاء نہ کرو کیونکہ یہ تمہارے بھائیوں (یعنی جنات) کی خوراک ہے۔“

نبی اکرم ﷺ خود بھی گوبر اور ہڈی وغیرہ سے استنجاء لیے نہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ جنات کی خوراک ہے جیسا کہ درج ذیل حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ (مرتب)
۲۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ:

((أَنَّهُ كَانَ يَحْمِلُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ أَدَاوَةَ لَوْضُونِهِ وَحَاجَتِهِ ، فَيَنْمَاهُو يَتْبَعُهُ بِهَا ، فَقَالَ : مَنْ هَذَا ؟ فَقَالَ : أَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ ، فَقَالَ : ابْنِي أَحْجَارَ اسْتَفْضِ بِهَا ، وَلَا تَأْتِنِي بِعَظْمٍ وَلَا بِرُوثَةٍ فَاتِيَهُ بِأَحْجَارٍ أَحْمَلُهَا فِي طَرَفِ ثَوْبِي حَتَّى وَضَعْتُ إِلَيْ جَنْبِهِ ثُمَّ اتَّصَرَفْتُ ، حَتَّى إِذَا فَرَغْتُ مَشَيْتُ مَعَهُ فَقُلْتُ : مَا بَالُ الْعَظْمِ وَالرُّوثَةِ ؟ قَالَ : هُمَا مِنْ طَعْمِ الْجَنِّ بَوَاتُهُ أَتَانِي وَفَدَجْنُ نَصِيبِي ، وَنَعَمُ الْجَنِّ أَفْسَاؤُنِي الزَّادُ ، فَدَعَوْتُ اللَّهَ لَهُمْ أَنْ لَا يَمُرُّوا بِعَظْمٍ وَلَا رُوثَةٍ إِلَّا وَجَلُّوا عَلَيْهَا طَعْمًا))

[صحیح بخاری: کتاب مناقب الانصار: باب ذکر الجن: حدیث (۳۸۶۰)]

”وہ (یعنی حضرت ابوہریرہؓ) نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ وضو کا سامان اور آپ ﷺ کی حاجت کا سامان (یعنی پانی، اور لوٹا وغیرہ) اٹھا کر ساتھ لے جاتے تھے۔ ایک دن وہ (ابوہریرہؓ) اس سامان کو لے کر نبی اکرم ﷺ کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے، آپ نے پوچھا: کون ہے؟ انہوں نے فرمایا: میں ابوہریرہؓ ہوں۔ آپ نے فرمایا: ”چند پتھر ڈھونڈ کر لاؤ تاکہ میں ان سے استنجاء کروں۔ دیکھو! کوئی ہڈی یا گوبر کا ٹکڑا مت لانا۔“ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنے کپڑے کے پلو میں چند پتھر اٹھا لایا اور آپ کے پہلو میں رکھ کر پیچھے ہٹ گیا۔ جب آپ فارغ ہوئے تو میں نے آپ سے عرض کیا کہ ہڈی اور

گوبر سے منع فرمانے کی کیا حکمت تھی؟ تو آپؐ نے فرمایا: یہ دونوں جنات کی خوراک ہیں۔ داراصل میرے پاس نصیمین (علاقے) کے جنات کا وفد آیا تھا اور وہ بہت ہی اچھے جن تھے، انہوں نے مجھ سے اپنی خوراک کے بارے میں سوال کیا، تو میں نے اللہ سے یہ دعا کی کہ انہیں جہاں کہیں بھی بڑی یا گوبر ملے، اس پر یہ اپنی خوراک پالیں۔“

ان دونوں چیزوں سے استنجاء کرنے کی ممانعت کا سبب بھی یہی تھا کہ ان کی خوراک اور چارہ خراب نہ ہو بلکہ کھانے کے قابل رہے۔ [مجموع الفتاویٰ ج ۹ ص ۳۷]

ان احادیث کے علاوہ بھی کئی ایسی احادیث ہیں جو جنات کے کھانے پینے پر دلالت کرتی ہیں مثلاً حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اذا کل احدکم فلیاکل بيمينه واذا شرب فلیشرب بيمينه فان الشیطان یاکل بشماله ویشرب بشماله“

[صحیح مسلم: کتاب الاشربة: باب آداب الطعام واشرب واحکامها۔ حدیث (۵۲۶۵) سنن الترمذی: کتاب الأطعمة: حدیث (۱۷۹۹) الموطا (۲-۹۲۲)]

”جب تم میں سے کوئی بھی کھانا کھائے تو وہ دائیں ہاتھ سے کھائے اور جب (پینے کی چیز) پیئے تو تب بھی دائیں ہاتھ ہی سے پیئے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور بائیں ہی سے پیتا ہے۔“ (مرتب)

جنات کی رہائش:

روز محشر حساب و کتاب کے بعد مؤمن جن جنت میں اور غیر مؤمن جن جہنم میں جائیں گے اور یہ دونوں مقام اپنے اپنے طور پر مستقل جائے سکونت ہوں گے مگر دنیا میں ان جنات کی رہائش کن مقامات پر ہوتی ہے؟ اس سلسلہ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ:

جنات خراب (جگہوں اور بے آباد مکانوں) ویرانوں، جنگلوں، گندگی اور کوڑا کرکٹ

کے ڈھیروں اور قبرستانوں میں رہتے ہیں۔ [مجموع الفتاویٰ ج ۹ ص ۴۰]
 اسی لیے مذکورہ بالا جگہوں پر نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ ایسی جگہیں جنات
 کی رہائش گاہیں ہوتی ہیں۔ فقہانے نماز کی ممانعت کی یہ وجہ بتائی ہے کہ یہ ناپاک اور
 گندی جگہیں ہیں اور بعض نے یہ کہا ہے کہ ان جگہوں پر بندہ خضوع و خشوع سے نماز
 ادا نہیں کر سکتا۔ تاہم صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ ایسی جگہیں جنات کی رہائش گاہیں
 ہوتی ہیں۔ [مجموع الفتاویٰ ج ۹ ص ۴۱]

مذکورہ بالا گندی غلیظ جگہوں پر کافر جنات رہائش پذیر ہوتے ہیں یا مسلمان جنات؟
 اس سلسلہ میں شیخ موصوفؒ نے تو کوئی صراحت نہیں کی البتہ مختلف نصوص اور مشاہدات
 کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مذکورہ بالا جگہوں پر عام طور پر کافر جنات ہی
 رہائش اختیار کرتے ہیں جبکہ نیک اور مسلمان جنات پاک جگہوں مثلاً مساجد اور بیت
 اللہ شریف کے اطراف و اکناف کو رہائش کے لیے منتخب کرتے ہیں جیسا کہ شیخ وحید
 عبدالسلام بالی حفظہ اللہ رقمطراز ہیں کہ:

”ایک مرتبہ میں نے مسلمان جن سے پوچھا: کیا تم بیت الخلاء میں بھی رہتے ہو؟ اس
 نے بتایا کہ وہاں صرف کافر جنات رہتے ہیں کیونکہ وہ گندی جگہوں کو رہائش کے لیے
 منتخب کرتے ہیں“ [”وقایۃ الانسان“ ترجمہ از ابو حمزہ ظفر اقبال، ص ۳۲]
 اور شاید یہی وجہ تھی کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص بیت الخلاء
 میں داخل ہو تو (جنات سے تحفظ کے لیے) یہ دعا پڑھے:

”اللهم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث“

”اے اللہ! میں خبیث جنوں اور خبیثوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔“ (مرتب)

[صحیح بخاری: کتاب الصلاة: باب ما یقول عند الخلاء (۱۴۲) صحیح مسلم: کتاب
 الحيض: باب ما یقول اذا اراد دخول الخلاء (۸۳۱) ابو داؤد: کتاب الطهارة: باب ما یقول
 الرجل اذا دخل الخلاء (۴) ابن ماجہ (۲۹۸) نسائی (۱۹) احمد (۲۸۲، ۱۰۱، ۹۹/۳)]

جنات کی طرف انبیاء کا مبعوث ہونا:

اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں انبیاء و رسل کو مبعوث فرمایا، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے جنات میں بھی رسولوں کو مبعوث فرمایا؟

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اس سلسلہ میں رقمطراز ہیں کہ جنات میں انبیاء مبعوث ہوئے یا نہیں؟ اس کے متعلق دو نقطہ نظر پائے جاتے ہیں۔ پہلا یہ ہے:

ان میں بھی رسول مبعوث ہوئے ہیں جیسا کہ اللہ رب العزت نے فرمایا:

”يَا مَعْشَرَ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ“ [الانعام/۱۳۰]

”اے جنات اور انسانوں کی جماعت! کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے پیغمبر نہیں آئے تھے۔“

دوسرا نقطہ نظریہ ہے کہ انبیاء صرف انسانوں میں مبعوث ہوئے ہیں، جنات میں نہیں اور یہی قول زیادہ مشہور ہے جب کہ اس نقطہ نظر کے قائلین کی دلیل قرآن مجید کی درج ذیل آیت ہے:

”وَلَوْ اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ۚ قَالُوْا اَيَقُوْمُنَا اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوسٰى“

”اپنی قوم کو خبردار کرنے کے لیے (یعنی ڈارنے کے لیے وہ جنات) واپس لوٹ گئے

اور کہنے لگے کہ اے ہماری قوم! ہم نے یقیناً وہ کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد (آسمان

سے) نازل کی گئی۔“ [الاحقاف/۲۹-۳۰]

ان لوگوں (یعنی دوسرے قول والوں) نے پہلے نقطہ نظر کے حامل افراد کی دلیل کا درج ذیل جواب دیا ہے۔

کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: اَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ رَّاللّٰہِ تَعَالٰی کے درج ذیل اقوال کے (مفہوم کی) مانند (مفہوم رکھتا) ہے:

۱۔ ﴿يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللَّوْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ﴾ [الرَّحْمٰن ۲۲]

”ان دونوں (میٹھے اور کھارے پانی) میں سے موتی اور مونگے برآمد ہوتے ہیں“
حالانکہ موتی اور مونگے صرف نمکین پانی سے نکلتے ہیں۔

۲۔ ﴿وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسُ سِرَاجًا﴾ [نوح ۱۶]

”ان (سب زمینوں) میں چاند کو نور والا اور سورج کو روشن چراغ بنایا ہے“

حالانکہ چاند تو صرف ایک زمین میں ہے۔ [مجموع الفتاوی ج ۴ ص ۱۴۲-۱۴۳]

[شیخ الاسلام یہ کہنا چاہتے ہیں کہ چاند تو صرف ایک زمین میں ہے اور اس کے لئے آیت مذکورہ میں صیغہ واحد کی بجائے جمع کا یعنی فیہا کی بجائے فیہن استعمال کیا گیا ہے اور اسی طرح نمبر (۱) آیت میں بھی منہ واحد کی بجائے منہما تثنیہ کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ بعینہ ”الم یاتکم رسل منکم“ آیت میں صیغہ تو جمع کا استعمال کیا گیا ہے یعنی منکم (جس میں انسان اور جنات دونوں شامل ہیں) مگر حقیقت میں رسول صرف انسانوں میں سے ہوئے ہیں، جنات میں سے نہیں۔ واللہ اعلم (مرتب)]

حافظ ابن کثیرؒ کا نقطہ نظر

حافظ ابن کثیرؒ پہلے نقطہ نظر کے حامل افراد کی پیش کردہ قرآنی آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں: ”انبیاء صرف انسانوں میں سے تھے جنات میں انبیاء مبعوث نہیں ہوئے۔ مجاہدؒ، ابن جریجؒ، اور کئی سلف و خلف اہل علم کا بھی یہی مذہب ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ ”انسانوں میں انبیاء مبعوث ہوئے ہیں جبکہ جنات میں صرف ڈرانے والے آئے ہیں۔“ (اس کے بعد ابن کثیرؒ نے دوسرے موقف کے دلائل پیش کر کے ان کا رد کیا ہے پھر اپنے موقف کی تائید میں مزید یہ آیات پیش کی ہیں):

۱۔ ﴿إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّنَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَوْحَيْنَا إِلَى

إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطَ وَعِيسَى وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ

وَهُرُونَ وَسَلِيمَنَ وَاتَيْنَا دَاوُدَ زُبُورًا وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا وَرُسُلًا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ﴿١٦٥﴾

”یقیناً ہم نے آپ کی طرف اس طرح وحی کی ہے جس طرح ہم نے نوح علیہ السلام اور ان کے بعد آنے والے نبیوں کی طرف کی، اور ہم نے وحی کی ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد پر اور عیسیٰ علیہ السلام اور یونس علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کی طرف o اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی اور آپ سے پہلے کے بہت سے رسولوں کے واقعات ہم نے آپ سے بیان کئے ہیں اور بہت سے رسولوں کے نہیں بھی کئے اور موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر کلام کیا o ہم نے انہیں رسول بنایا ہے، خوشخبریاں دینے والے اور آگاہ کرنے والے، تاکہ لوگوں کی کوئی حجت اور الزام رسولوں کے بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر رہ نہ جائے۔“

[النساء ۱۶۳-۱۶۵]

۲۔ ﴿وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ﴾ [العنکبوت ۲۷]

”اور ہم نے نبوت اور کتاب ان کی اولاد میں ہی کر دی۔“

حضرت ابراہیم کی وفات کے بعد نبوت کا انحصار آپ کی اولاد ہی میں رہا اور آپ سے پہلے بھی نبوت انسانوں ہی میں تھی نہ کہ جنات میں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رَجُلًا نُوحِي إِلَيْهِمْ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ﴾ [یوسف: ۱۰۹]

”آپ سے پہلے ہم نے بہتی والوں میں جتنے رسول بھیجے ہیں سب مرد ہی تھے جن کی طرف ہم وحی نازل فرماتے تھے۔“

۴۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ.....﴾ [الفرقان/۲۰]

”ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب کے سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے۔“ [تفسیر ابن کثیر، ج ۲ ص ۲۸۴]

لہذا مذکورہ بالا اقتباس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حافظ ابن کثیرؒ کا بھی یہی موقف تھا کہ جنات میں انبیاء مبعوث نہیں ہوئے اور یہی موقف رائج معلوم ہوتا ہے۔ (واللہ اعلم)

جنات کا دین و مذہب:

جس طرح انسانوں میں بنیادی طور پر دو بڑے فرقے ہیں؛ ایک مسلمان اور دوسرا کافر۔ اور پھر آگے ان دونوں کے مختلف ذیلی گروہ ہیں۔ بالکل اسی طرح جنات میں بھی بعض مسلمان ہیں اور بعض کافر۔ پھر ان کافروں میں یہودی، عیسائی، مجوسی، ہندو اور دیگر ادیان و مذاہب سے تعلق رکھنے والے جنات بھی ہیں اور ایک ہی مذہب کے مختلف فرقوں سے تعلق رکھنے والے بھی۔ یعنی ان میں بھی شیعہ، سنی، قدریہ، معتزلہ وغیرہ فرقے پائے جاتے ہیں۔ پھر مسلمان جنات میں سے بعض سچے اور خالص مسلمان ہیں اور بعض کمزور ایمان والے ہیں جب کہ بعض ان میں فاسق و فاجر بھی ہوتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں خود جنات کا اپنے متعلق یہ قول موجود ہے کہ

”وَأَنَا مِنَ الصَّالِحِينَ وَمِنَّا ذُوْنَ ذَلِكُمْ كُنَّا طَائِفًا قَدْ دَا“ [الحج/۱۱]

”اور یہ کہ بے شک بعض تو ہم میں نیک و کار ہیں اور بعض اس کے برعکس بھی ہیں، ہم مختلف طریقوں سے بنے ہوئے تھے۔“

ابن تیمیہؒ اس آیت مذکورہ کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ

”ان کے ادیان و مذاہب مختلف ہیں، بعض مسلمان ہیں اور بعض یہود۔ اسی طرح

عیسائی، شیعہ، سنی وغیرہ بھی ان میں موجود ہیں..... جو اللہ کے فرمانبردار ہیں وہ مؤمن ہیں، جو نافرمان ہیں اور شریعت کے احکام پر عمل نہیں کرتے، وہ کافر ہیں۔“ [مجموع

الفتاویٰ (ج ۹ ص ۳۸) نیز (ج ۱/۴ ص ۱۴۴)

حافظ ابن کثیرؒ سے بھی اس آیت کے متعلق یہی تفسیر منقول ہے، چنانچہ موصوف اس آیت کے تحت ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ”حضرت اعمشؒ نے فرمایا: ایک جن ہمارے پاس آیا کرتا تھا، میں نے ایک مرتبہ اس سے پوچھا کہ تمام کھانوں میں سے تمہیں کون سا کھانا پسند ہے؟ اس نے کہا: چاول (اعمش نے کہا: میں نے (اسے چاول) لادئیے تو دیکھا لقمہ برابر اٹھ رہا ہے لیکن کھانے والا کوئی نظر نہیں آتا۔ میں نے پوچھا: جو خواہشات ہم میں ہیں، تم میں بھی ہیں؟ اس نے کہا ہاں! پھر میں نے پوچھا: رافضی (صحابہ کو گالیاں دینے اور ان پر الزام تراشی کرنے والے) تم میں کیسے شمار کئے جاتے ہیں؟ اس نے کہا: بدترین!“ (حافظ ابوالحجاج مزیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے) [تفسیر ابن کثیرؒ ج ۴ ص ۶۷۴]

جنات کی تخلیق کس چیز سے ہوئی؟

قرآنی آیات اور نبی اکرم ﷺ کے فرامین سے پتہ چلتا ہے کہ جنات کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَارِ السَّمُومِ﴾ [الحجر ۲۷]

”اور اس سے پہلے (یعنی انسان کی پیدائش سے پہلے) جنات کو ہم نے لو (شعلے) والی آگ سے پیدا کیا۔“

حافظ ابن کثیرؒ نے اس آیت کی مختلف تفسیریں بیان کی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ السموم سے مراد آگ کی ایسی گرمی ہے جو انسان کی موت کا سبب بن جائے، اس سلسلہ میں انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا یہ قول بھی نقل فرمایا ہے:

”ہی السموم التي تقتل“

”السموم سے مراد وہ گرمی ہے جو قتل کر دے“ [تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۸۵۲]

اسی طرح سورہ رحمٰن کی اس آیت: ﴿خَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِنْ نَّارٍ﴾ [رحمٰن/۱۰] کی تفسیر کے تحت بھی حافظ ابن کثیرؒ نے مختلف اقوال ذکر کیے ہیں جن کا حاصل کلام یہ ہے کہ ”جنات کی پیدائش خاص آگ کے شعلے سے ہوئی ہے۔“ [تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثیرؒ (ج ۴ ص ۴۲۳)]

مذکورہ بالا دونوں آیات کی تفسیر میں ابن کثیرؒ نے حضرت عائشہؓ سے مروی درج ذیل حدیث نقل کی ہے:

”خلقت الملائكة من نور، وخلق الجان من مارج من نار وخلق آدم مما وصف

لكم“ [صحیح مسلم: کتاب الزہد: باب فی احادیث متفرقة: حدیث (۷۴۹۵)]

مسند احمد ج ۶ ص ۱۶۸/۱۵۳]

”فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا، جنات کو آگ سے پیدا کیا گیا اور آدم علیہ السلام کو اس

چیز سے پیدا کیا گیا جو تمہیں بتادی گئی ہے۔ (یعنی مٹی سے)“

مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہوا کہ جنات کی تخلیق اللہ رب العزت نے آگ سے

فرمائی ہے۔

جنات کی اقسام:

حافظ ابن کثیرؒ نے سورۃ سبا کی آیت نمبر (۱۲) کے تحت، جنات کی اقسام پر روشنی

ڈالتے ہوئے حضرت ابو ثعلبہؓ سے مروی ایک حدیث نقل فرمائی ہے جس میں ہے کہ اللہ

کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”الجن علی ثلاثة اصناف: لهم اجنحة يطیرون فی الهواء وصنف حیات وکلاب

وصنف یحلون ویطعنون“ [طبرانی، حاکم، بیہقی فی الأسماء والصفات]

”جنات تین قسم کے ہوتے ہیں:

- ۱۔ ایک قسم کے جنات پروں والے ہوتے ہیں جو ہوائیں اڑتے ہیں۔
- ۲۔ دوسری قسم کے جنات سانپ اور بچھو وغیرہ کی شکل میں ہوتے ہیں۔
- ۳۔ تیسری قسم کے جنات (انسانوں کی طرح) پڑاؤ بھی کرتے ہیں اور سفر بھی۔“

کیا جنات غیب جانتے ہیں؟

قرآن و سنت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جنات غیب نہیں جانتے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلَمَّا قُضِيَنا عَلَيْهِ الْمَوْتُ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ

فَلَمَّا خُرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنَّ أَن لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ ﴾

”پھر جب ہم نے ان پر موت کا حکم بھیج دیا تو ان کی خبر جنات کو کسی نے نہ دی سوائے

گھن کے کیڑے کے جو ان کے عصا کو کھا رہا تھا پس جب (سلیمان علیہ السلام) گر

پڑے، تو اس وقت جنات نے جان لیا کہ اگر وہ غیب دان ہوتے تو اس ذلت کے عذاب

میں مبتلا نہ رہتے۔“ [سورۃ سبار آیت ۱۴]

اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ، مجاہدؓ، حسنؓ، قتادہؓ اور کئی سلف صالحین سے منقول ہے کہ ”تقریباً سال بھر اسی طرح گزر گیا جس لکڑی کے سہارے آپ کھڑے تھے جب اسے دیمک چاٹ گئی اور وہ کھوکھلی ہو گئی تو آپ گر پڑے اور تب جا کر جنات اور انسانوں کو آپ کی موت کا علم ہوا۔ پھر تو نہ صرف انسانوں کو بلکہ خود جنات کو بھی یقین ہو گیا کہ ان میں سے کوئی بھی غیب دان نہیں۔ یہ واقعہ مفصل طور پر ایک مرفوع، منکر اور غریب روایت میں ہے جس کے صحیح ثابت ہونے میں اختلاف ہے اور وہ روایت اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”حضرت سلیمان علیہ السلام جب نماز پڑھتے تو ایک درخت اپنے سامنے دیکھتے، اس

سے پوچھتے: تیرا نام کیا ہے؟ وہ کہتا کہ فلاں آپ علیہ السلام پوچھتے: تو کس مقصد کے لیے ہے؟ (وہ بتا دیتا اور آپ اسے اسی استعمال میں لے آتے) ایک مرتبہ جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور اسی طرح ایک درخت دیکھا تو پوچھا: تیرا نام کیا ہے؟ تو اس نے کہا: الخروب (خراب کرنے والا) آپ نے پوچھا: تو کس لیے ہے؟ (یعنی کس کام آ سکتا ہے) اس نے کہا: اس گھر کو اجاڑنے کے لیے۔ تو تب سلیمان علیہ السلام نے دعا مانگی کہ اے اللہ! میری موت کی خبر جنات پر نہ ظاہر ہونے دینا تاکہ انسانوں کو یقین ہو جائے کہ جنات غیب نہیں جانتے..... آپ ایک لکڑی پر مکمل ایک سال ٹیک لگا کر کھڑے رہے اور جنات کام کرتے رہے (ایک سال گزرنے پر) دیکھ اسے کھا گئی (اور سلیمان علیہ السلام گر پڑے) تب انسانوں نے جان لیا کہ (جنات غیب نہیں جانتے اور) اگر جنات غیب جانتے تو سال بھر تک اس المناک عذاب میں مبتلا نہ رہتے۔“

حافظ ابن کثیرؒ مزید رقم طراز ہیں کہ

بعض صحابہ کرامؓ سے مروی ہے کہ سلیمان علیہ السلام کی عادت تھی کہ آپ سال، دو سال یا مہینہ دو مہینہ یا اس سے کچھ کم و بیش مدت کے لیے بیت المقدس میں بیٹھ جاتے۔ آپ ماکولات و مشروبات بھی ساتھ لے کر مسجد میں داخل ہوتے تھے۔ ہر صبح ایک درخت آپ کے سامنے نمودار ہوتا۔ آپ اس سے اس کا نام اور فائدہ پوچھتے۔ وہ بتاتا۔ آپ اسی کام میں اسے لاتے حتیٰ کہ ایک خروبة نامی درخت نمودار ہوا۔ آپ نے اس سے پوچھا: تو کس لیے اگا ہے؟ (تیرا کیا فائدہ ہے؟) وہ کہنے لگا: اس مسجد کو اجاڑنے کے لیے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام (سمجھ گئے اور) فرمانے لگے: میری زندگی میں تو یہ مسجد خراب نہیں ہوگی البتہ تو میری موت اور شہر کی ویرانی کے لیے ہے۔ آپ نے اسے وہاں سے اکھاڑ کر اپنے باغ میں لگا دیا پھر مسجد کی درمیان کی جگہ (محراب) میں کھڑے ہو کر ایک لکڑی کے سہارے نماز شروع کر دی اور وہیں آپ کا انتقال ہو گیا لیکن شیاطین کو اس کا علم نہ ہوا۔ وہ

سب کے سب اپنی نوکری بجالاتے رہے کہ ایسا نہ ہو، ہم ڈھیل کریں اور اللہ کے رسول سلیمان آجائیں اور ہمیں سزا دیں۔ یہ محراب کے آگے پیچھے آئے (ان میں جو ایک بڑا پاجی شیطان تھا اس نے کہا کہ) اس محراب کے آگے پیچھے سوراخ ہیں، اگر میں یہاں سے جا کر وہاں سے نکل آؤں تو میری طاقت مانو گے یا نہیں؟ چنانچہ وہ گیا اور نکل آیا لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کی آواز نہ آئی۔ یہ جنات حضرت سلیمان کو دیکھ تو سکتے نہ تھے کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف نگاہ بھر کر دیکھتے ہی وہ مر جاتے تھے لیکن اس شیطان کے دل میں کچھ خیال سا گزرا۔ اس نے پھر مزید جرأت کی اور مسجد میں چلا گیا، دیکھا کہ وہاں جانے کے بعد بھی وہ نہیں چلا (تو اس کی ہمت اور بڑھ گئی) پھر اس نے غور سے آپ کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ آپ گرے پڑے ہیں اور انتقال فرما چکے ہیں۔ اب اس نے آ کر لوگوں کو خبر دی کہ سلیمان علیہ السلام انتقال کر گئے ہیں۔ لوگوں نے مسجد کو کھولا اور آپ کی میت کو نکالا۔ انہوں نے آپ کی لاش کو دیکھا کہ اسے دیمک چاٹ گئی ہے لیکن مدت انتقال کا علم نہ ہو سکا تو انہوں نے دیمک کے سامنے لکڑی رکھی اس دیمک نے ایک دن اور دو راتوں میں جس قدر کھایا اسے دیکھ کر اندازہ کیا تو معلوم ہوا کہ آپ کے انتقال کو پورا سال گزر چکا ہے..... تمام لوگوں کو اس وقت کامل یقین ہوا کہ جنات جھوٹ بولتے ہیں (کہ انہیں غیب کا علم ہے اور) اگر یہ غیب جانتے ہوتے تو اتنا عرصہ دردناک عذاب میں مبتلا نہ رہتے۔“ [تفسیر ابن کثیر (ج ۳ ص ۸۴۲-۸۴۳) حافظ ابن کثیر نے ان روایات پر کلام کیا ہے اور آخر میں فرماتے ہیں کہ یہ اہل کتاب سے ماخوذ (اسرائیلی) روایات ہیں، ان میں سے جو حق (یعنی قرآن و سنت) کے موافق ہو اس کی تصدیق کی جائے گی، جو حق کے مخالف ہو اس کی تردید کی جائے گی اور جو نہ موافق ہو اور نہ مخالف اس پر سکوت کیا جائے گا۔]

کیا جنات میں بھی 'اولیاء اللہ' ہوتے ہیں؟

جس طرح انسانوں میں بعض ایسے نیک لوگ ہوتے ہیں جنہیں بلاشبہ اللہ کا ولی کہا جاسکتا ہے اس طرح جنات میں بھی ایسے ولی اللہ ہوتے ہیں۔ حافظ ابن کثیرؒ نے حسن بصریؒ سے ایک روایت نقل کی ہے، جس میں آپ فرماتے ہیں:

”الجن ولد ابليس، والانس ولد آدم، ومن هولاء مؤمنون ومن هولاء مؤمنون، وهم شر کانهم فی الثواب والعقاب، ومن کان من هولاء، وهولاء مؤمنون، فهو ولی اللہ تعالیٰ، ومن کان من هولاء وهولاء کافر، فهو شیطان“

”جن ابلیس کی اولاد میں سے ہیں اور انسان حضرت آدمؑ کی اولاد میں سے۔ دونوں (یعنی انسان اور جنات) میں مؤمن بھی ہیں اور کافر بھی، عذاب و ثواب میں دونوں شریک ہیں۔ دونوں کے ایماندار ولی اللہ ہیں اور دونوں کے بے ایمان شیطان ہیں۔“ [تفسیر ابن کثیر (ج ۳ ص

[۸۴۰-۸۴۱]

جنات کی مختلف شکلیں:

جنات کو اللہ تعالیٰ نے ایسی قوت و طاقت عطا فرمائی ہے کہ وہ اپنی شکل کو تبدیل کر سکتے ہیں، وہ انسانوں کی شکل بھی اختیار کر لیتے ہیں اور حیوانات کی شکل بھی اختیار کر سکتے ہیں۔ جنات کا اصل مقصد یہ ہے کہ وہ انسان کو اللہ کی عبادت سے غافل رکھیں اور انہیں خلاف شرع کاموں پر ابھاریں۔ اپنے اس مقصد کی تکمیل کے لیے جنات کبھی انسانوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور کبھی کتوں اور سانپوں کی۔ ان کے علاوہ بھی وہ کئی صورتیں اختیار کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ اس حوالے سے امام ابن تیمیہؒ جنات کے متعلق رقمطراز ہیں:

”جنات انسانوں اور چوہاؤں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں، اسی طرح جنات سانپ، بچھو، اونٹ، گائے، بگڑا، خنجر، گدھا اور پرندوں وغیرہ کی شکلیں بھی اختیار کر لیتے ہیں۔“ [مجموع الفتاویٰ ج ۱۹ ص ۴۴]

۱۔ جنات کا کتوں اور سانپوں کی شکل اختیار کرنا:

ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے گھریلو سانپوں کو مارنے قتل کرنے سے منع فرمایا ہے، آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ ان کو تین مرتبہ نکل جانے کے لیے کہو اور مارو نہیں۔ اگر تیسری مرتبہ کے بعد پھر تمہیں یہ نظر آئیں تو انہیں قتل کر دو کیونکہ یہ شیطان ہیں (جو اس طرح شکل تبدیل کئے ہوئے ہیں، پھر امام موصوفؒ نے اپنے اس موقف کی تائید کے لئے بطور دلیل درج ذیل احادیث نقل فرمائی ہیں):

۱۔ ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”ان بالمدينة نفر من الجن فقد اسلموا فمن رأى شيئا من هذه العوامر فليؤذنه ثلاثا، فان بداله بعد فليقتله فانه شيطان“

[صحیح مسلم: کتاب السلام: باب قتل الحيات وغيرها: حدیث (۵۸۴۱) سنن ابی داؤد: کتاب الادب: باب نفی اطفاء النار (۵۲۵۷) موطا (۳۳) مسند احمد (۴۱۱۳)]

”مدینہ میں جنات کی ایک جماعت ہے جنہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے پس جو کوئی گھریلو سانپ کو دیکھے تو اسے تین مرتبہ چھوڑ دے (اور گھر سے نکل جانے کو کہے) اگر اس کے بعد بھی وہ نظر آئے تو اسے قتل کر دے کیونکہ وہ شیطان ہے۔“

۲۔ اسی طرح حضرت ابوسائبؓ سے مروی ہے کہ

میں حضرت ابوسعید خدریؓ کے گھر گیا تو حضرت ابوسعیدؓ نماز پڑھ رہے تھے، میں بیٹھ کر ان کا انتظار کرنے لگا۔ اسی دوران میں نے گھر کے کونے میں کچھ کھڑکنے کی آواز سنی، میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ ایک سانپ تھا۔ میں فوراً چھل کر کھڑا ہوا تاکہ اسے مار دوں لیکن ابو سعیدؓ نے مجھے (بیٹھنے کا) اشارہ کیا اور میں بیٹھ گیا۔ جب آپؓ نماز سے فارغ ہوئے تو آپؓ نے محلے میں موجود ایک گھر کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کیا تمہیں یہ گھر نظر آرہا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! آپؓ نے فرمایا: اس گھر میں، ہم میں سے ایک نوجوان رہتا تھا جس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ جب ہم رسول ﷺ کے ساتھ جنگ خندق کے لیے

گئے تو یہ نوجوان دو پہر کے وقت حضور ﷺ سے اجازت لے کر اپنے گھر چلے جاتا تھا۔ ایک دن جب اس نے اجازت طلب کی تو آپؐ نے فرمایا: اپنا اسلحہ بھی ساتھ لے لو مجھے خطرہ محسوس ہو رہا ہے کہ کہیں بنو قریظہ کے یہودی تمہیں نقصان نہ پہنچائیں۔ اس شخص نے اپنا ہتھیار لے لیا اور گھر کی طرف لوٹا۔ اس کی بیوی دروازے کے درمیان کھڑی تھی، وہ نیزہ لے کر آگے بڑھتا کہ اپنی بیوی کو مارے کیونکہ اسے (اس منظر نے) سخت غیرت میں ڈال دیا۔ اس کی بیوی نے کہا: اپنا نیزہ اپنے پاس رکھ اور گھر کے اندر جا کر دیکھ کہ مجھے کس چیز نے باہر نکلنے پر مجبور کیا ہے۔ وہ اندر داخل ہوا تو وہاں ایک بہت بڑا سانپ بستر پر مل کھائے ہوئے بیٹھا تھا، اس نے وہی نیزہ اس سانپ کو مارا اور اسے اس نیزے میں پرودیا۔ پھر وہ باہر نکلا اور نیزے کو گھر کے صحن میں گاڑ دیا مگر اسی اثناء وہ سانپ اچانک اس پر حملہ آور ہوا اور ہمیں یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ کون پہلے مرا ہے، سانپ یا نوجوان؟ پھر ہم سب اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئے اور آپؐ کو یہ واقعہ سنایا۔ ہم نے یہ بھی کہا کہ آپؐ اللہ سے دعا کریں کہ اس نوجوان کو اللہ تعالیٰ ہمارے لیے زندہ کر دے۔ آپؐ نے فرمایا: ”اپنے ساتھی کے لیے مغفرت طلب کرو“ پھر آپؐ نے فرمایا: ”مدینہ میں بعض ایسے جنات ہیں جو اسلام قبول کر چکے ہیں اگر تم ان میں سے کسی کو دیکھو تو اسے تین دن تک (بعض روایات کے مطابق تین مرتبہ) خبردار کرو، اگر اس کے بعد بھی وہ ظاہر ہو تو اسے قتل کر دو کیونکہ وہ شیطان ہے۔“

[صحیح مسلم: ایضاً: حدیث (۵۸۳۹) ابو داؤد: (۵۲۴۸) احمد (ج ۳ ص ۴۱)]
ابن تیمیہؒ ان احادیث کو نقل کرنے کے بعد رقمطراز ہیں کہ: جس طرح انسانوں کو ناحق قتل کرنا جائز نہیں بالکل اسی طرح جنات کو ناحق قتل کرنا بھی جائز نہیں۔ قتل ایک عظیم ظلم ہے اور ظلم ہر حال میں حرام ہے، ناحق ظلم تو کسی کافر پر بھی جائز نہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا يَجُوزُ مِنْكُمْ شَنْآنٌ قَوْمٍ عَلَىٰ الْآخَرِ لَوْ اَعْدَلُوا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ [المائدة/۸]

”کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کر دے، عدل کیا کرو جو پرہیزگاری

کے زیادہ قریب ہے۔“ [مجموع الفتاویٰ (ج ۱۹ ص ۴۳-۴۴)]

۳۔ حضرت عبداللہ بن صامتؓ نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابو ذرؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”جب کوئی شخص آگے سترہ رکھے بغیر نماز پڑھتا ہے تو اس کی نماز کالا کتا، عورت اور گدھا توڑ دیتے ہیں۔“

حضرت عبداللہؓ نے ابو ذرؓ سے پوچھا: سرخ اور سفید کو چھوڑ کر کالا کتا بیان کرنے کی کیا وجہ ہے؟ تو انہوں نے کہا: اے بھتیجے! تو نے مجھ سے وہی سوال کیا ہے جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے کیا تھا۔ آپؐ نے اس کی وجہ یہ بتائی تھی کہ ”الکلب الاسود الشیطان / کالا کتا شیطان ہے۔“

[صحیح مسلم: کتاب الصلاة: باب قدر ما یستر المصلی: حدیث (۱۱۳۷) ابو داؤد: کتاب الصلاة: باب ما یقطع الصلاة وما لا یقطع۔۔۔۔۔ (۷۵۰) ابن ماجہ (۹۵۲) مسند احمد (۱۴۹/۵-۱۵۱) دارمی (۳۲۹/۱) ابن خزیمہ (۱۱/۲)]

امام ابن تیمیہؒ اس حدیث کے تحت رقمطراز ہیں کہ ”کالا کتا دراصل کتوں کا شیطان ہوتا ہے اور جنات بکثرت اس کی شکل اختیار کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کالا رنگ شیطانی قوتوں کو اکٹھا کر لیتا ہے اور اس رنگ میں حرارت کی توانائی بھی زیادہ ہوتی ہے“

[مجموع الفتاویٰ ج ۱۹/ص ۵۲]

۳۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”ہر انٹ کی کوہان پر شیطان ہوتا ہے لہذا ان پر سوار ہو کر شیاطین کو ذلیل کیا کرو۔“

[رواہ الحاکم۔ بحوالہ: صحیح جامع الصغیر للالبانی (ج ۴/ص ۳۸)]

۲۔ جنات کا انسانوں کی شکل اختیار کرنا:

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ رقمطراز ہیں کہ: جنات انسانوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ موصوف نے اس سلسلہ میں درج ذیل قرآنی آیت سے استدلال کیا ہے:

﴿وَإِذَا زَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمْ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي

جَارَكُمْ فَلَمَّا تَرَاءَتْ الْفِئْتَنَ نَكَصَ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيٌّ مِنْكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٣٨﴾ [الانفال/ ۳۸]

”جب شیطان ان کے اعمال انھیں زینت دار بنا کر دکھا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ لوگوں میں سے کوئی بھی آج تم پر غالب نہیں آ سکتا، میں خود بھی تمہارا حمایتی ہوں، لیکن جب دونوں جماعتیں نمودار ہوئیں تو یہ اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹ گیا اور کہنے لگا کہ میں تو تم سے بری ہوں۔ (کیونکہ) میں وہ (فرشتے) دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔“

ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ جب اہل مکہ نے جنگ کے لئے بدر کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو ان کے پاس شیطان سراقة بن مالک بن معشم کی شکل میں آیا تھا اور اس نے درج بالا باتیں کفار مکہ سے کہی تھیں“ [مجموع الفتاویٰ: ج ۱۹/ ص ۴۴]

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں امام ابن کثیرؒ نے کئی احادیث ذکر کی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ”اہل مکہ نے جب میدان بدر کی طرف نکلنے کا ارادہ کیا تو انہیں بنی بکر کی جنگ یاد آ گئی اور انہوں نے خیال کیا کہ ایسا نہ ہو کہ ہماری عدم موجودگی میں یہاں اہل مکہ پر ہمارا دشمن قبیلہ حملہ کر دے، قریب تھا کہ وہ اپنے ارادے سے دستبردار ہو جاتے کہ اسی وقت ابلیس اپنا جھنڈا بلند کیے ہوئے مدحی قبیلے کے سراقة نامی شخص کی صورت میں (اپنے لشکر سمیت) وہاں پر نمودار ہوا، اور کہنے لگا: میں اپنی قوم کا ذمہ دار ہوں، تم بلا خوف مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے تیار ہو جاؤ، اور خود بھی ان کے ہمراہ چل دیا۔ راستے میں ہر منزل پر یہ لوگ (یعنی کفار مکہ) اسے دیکھتے تھے، سب کو یقین تھا کہ سراقة خود ہمارے ساتھ ہے، جب میدان جنگ میں صف بندی ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ نے مٹی کی مٹھی بھر کے مشرکوں کی طرف پھینکی، اس سے ان کے قدم اکھڑ گئے اور ان میں بھگڑ مچ گئی۔ حضرت جبریلؑ شیطان کی طرف گئے اس وقت یہ ایک مشرک کے ہاتھ میں ہاتھ دیے

کھڑا تھا۔ جبریلؑ کو دیکھتے ہی اس نے مشرک کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑایا اور اپنے لشکروں سمیت وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اس مشرک شخص نے کہا: سراقہ تم تو کہہ رہے تھے کہ تم ہمارے حمایتی ہو پھر یہ کیا کر رہے ہو؟ ابلیس نے کہا: میں تم سے بری ہوں، میں انہیں دیکھ رہا ہوں جو تمہاری نگاہ میں نہیں آتے۔ حارث بن ہشام نامی مشرک چونکہ اسے سراقہ ہی سمجھتے ہوئے تھا، اس لیے اس کا ہاتھ تھام لیا، ابلیس نے اس کے سینے میں اس زور سے گھونسا مارا کہ یہ منہ کے بل گر پڑا اور شیطان بھاگ نکلا۔ [ابن کثیر ۱۲/۴۹۸]

مرتب کہتا ہے کہ اس کے علاوہ بھی کئی ایک روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جنات انسانوں کی شکل اختیار کر لینے کی طاقت رکھتے ہیں مثلاً حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ:

”رسول اللہ ﷺ نے مجھے ماہ رمضان کی زکوٰۃ (صدقاتِ فطرانہ وغیرہ) کی حفاظت پر مامور کیا۔ (ایک رات میں پہرہ دے رہا تھا کہ) ایک شخص آیا اور (اپنے تھیلے میں) غلہ بھرنے لگا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا: خدا کی قسم! میں تجھے اللہ کے رسول ﷺ کے پاس لے کر جاؤں گا۔ وہ کہنے لگا کہ میں محتاج ہوں، میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اور میں بہت زیادہ حاجت مند ہوں۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا: اے ابو ہریرہؓ! گزشتہ رات تیرے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اس نے سخت حاجت اور عیال داری کی شکایت کی، مجھے اس پر رحم آ گیا لہذا میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپؐ نے فرمایا:

”اما انه قد كذب وسعود“ کہ اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے وہ دوبارہ آئے گا، مجھے یقین ہو گیا کہ وہ دوبارہ آئے گا کیونکہ آپؐ نے اس کے آنے کے متعلق فرمادیا تھا لہذا میں اس کی تاک میں (گھات لگا کر) بیٹھ گیا۔ وہ آیا اور غلہ (اپنے تھیلے میں) ڈالنے لگا، میں نے اسے پھر پکڑ لیا اور کہا: اب تو میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کے

سامنے پیش کروں گا۔ اس نے کہا: ”مجھے چھوڑ دو، میں محتاج ہوں، عیالدار (بچوں والا) ہوں اور میں اب نہیں آؤں گا۔“ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اب کی بار مجھے پھر اس پر رحم آگیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔

جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابو ہریرہؓ! تمہارے قیدی نے کیا کہا تھا؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اس نے بہت زیادہ حاجت مندی کی شکایت کی اور یہ کہا کہ بچوں کی ذمہ داری بھی پوری کرنی ہے، تو مجھے اس پر رحم آگیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپؐ نے فرمایا: ”اس نے جھوٹ بولا ہے وہ پھر آئے گا۔“

چنانچہ میں نے تیسری رات بھی گھات لگائی (اور وہ واقعی آیا) اور غلہ (اپنے تھیلے میں) ڈالنا شروع ہو گیا، میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا: اب تو میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کے سامنے لا رہا ہوں۔ اس نے کہا: اب تو تین مرتبہ ہو چکا ہے تم یہ کہہ کر جھوٹ جاتے ہو کہ اب نہیں آؤں گا اور پھر آ جاتے ہو!

اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو، اس کے بدلہ میں تمہیں ایسے کلمات سکھاتا ہوں جن کی بدولت اللہ تعالیٰ تمہیں نفع پہنچائے گا۔ میں نے پوچھا: وہ کون سے کلمات ہیں؟ اس نے کہا: جب تم اپنے بستر پر (سونے کی غرض سے) جاؤ تو یہ آیت (آیہ الکرسی) پڑھو۔ ”اللہ لا الہ الا هو الحي القيوم..... پوری آیت آخر تک“ یہ پڑھنے سے تمہارے لئے اللہ کی طرف سے ایک پہریدار (محافظ) آ جائے گا اور صبح ہونے تک شیطان تمہارے قریب بھی نہیں پھٹکے گا۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے اسے چھوڑ دیا، جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے قیدی نے کیا کہا؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اس نے مجھ سے کہا کہ میں تمہیں ایسے کلمات سکھاتا ہوں جن کی بدولت اللہ تمہیں نفع پہنچائے گا۔ آپؐ نے فرمایا: وہ کون سے کلمات ہیں؟ (ابو ہریرہؓ نے وہ بتائے تو) نبی اکرمؐ نے فرمایا: اس نے تم سے سچ کہا ہے جبکہ خود وہ پرلے درجے کا جھوٹا ہے۔ اے ابو ہریرہؓ!

کیا تو جانتا ہے کہ تین راتوں سے تم کس سے باتیں کرتے رہے ہو؟ میں نے کہا: نہیں! تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شیطان تھا۔ (جس سے تم یہ باتیں کرتے رہے ہو!)“
[صحیح البخاری: کتاب الوکالة: باب اذا وکل رجلا فنکرک الوکیل۔۔۔ (۲۳۱۱)]
حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ

”شیاطین اپنی شکلیں تبدیل کر سکتے ہیں، تاہم موصوف فرماتے ہیں کہ قرآن کی یہ آیت: ﴿اِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْهُمْ﴾ [الاعراف/۲۷]

”وہ (شیطان) اور اس کا لشکر تم کو ایسے طور پر دیکھتا ہے کہ تم ان کو نہیں دیکھتے ہو۔“

اس سے یہ مراد ہو سکتا ہے کہ جب شیطان اپنی اصلی شکل میں موجود ہو تو پھر وہ انسانوں

کو دکھائی نہیں دیتا۔“ [فتح الباری، لابن حجر العسقلانیؒ (ج ۴/ص ۴۸۹)]

اور جب انسانوں کو دکھائی دیتا ہے تو وہ اپنی اصل شکل میں نہیں ہوتا بلکہ شکل بدل کر ہی سامنے آتا ہے، کبھی سانپ، کتے یا کسی اور جانور کی شکل میں، تو کبھی انسان کی شکل میں۔ (مترجم و مرتب)

بعثت نبویؐ سے پہلے جنات کے مختصر حالات:

۱۔ جنات کی سرکشی:

ہمارے ہاں اکثر لوگ جنات سے ڈرتے ہیں اور ان سے بچاؤ کے لیے کاہنوں، جادو گروں، اور تعویذ گنڈا کرنے والوں کی امداد حاصل کرتے ہیں جبکہ اصولی طور پر جنات انسانوں سے ڈرتے ہیں لیکن جب جنات دیکھتے ہیں کہ فلاں شخص ہم سے بہت ڈرتا ہے تو وہ جری ہو جاتے ہیں، اور اسے مزید ڈرانے لگتے ہیں جیسا کہ مجاہدؒ سے مروی ہے کہ ”جتنا تم شیطان سے ڈرتے ہو شیطان اس سے کہیں زیادہ تم سے ڈرتا ہے۔ اگر وہ تم سے تعرض کرے اور تم اس سے ڈر گئے تو وہ تم پر سورا ہو جائے گا۔“ [وقایۃ

الانسان من الجن والشیطان از وحید عبدالسلام ہالی (صفحہ ۳۳)]

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جنات کا یہ قول نقل فرمایا ہے:

﴿وَإِنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِنَ الْإِنْسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا﴾

”بات یہ ہے کہ چند انسان بعض جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے جس سے جنات

اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے۔“ [الجن ۶۶]

اس آیت کی تشریح میں امام ابن تیمیہ رقمطراز ہیں کہ: آباد علاقوں کی نسبت ویران جگہوں، جنگلات اور کھنڈرات وغیرہ میں جنات بہت زیادہ پائے جاتے ہیں، اس لیے جب کوئی شخص کسی جنگل میں داخل ہونے لگتا تو کہتا: اعوذ بعظیم هذا الوادی من سفہائہ میں اس وادی کے سرکش جنات سے بچنے کے لیے اس وادی کے سردار کی پناہ میں آتا ہوں۔ جب جنات نے دیکھا کہ انسان ہم سے پناہ مانگتے ہیں تو ان کی سرکشی اور زیادہ بڑھ گئی۔“ [مجموع الفتاویٰ ج ۱۹ ص ۱۳۳]

حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: ”جنات کی سرکشی کا سبب یہ بنا کہ وہ دیکھتے کہ انسان جب کبھی کسی جنگل یا ویرانے سے گزرتے ہیں تو ہماری پناہ طلب کرتے ہیں جیسا کہ دور جاہلیت میں اہل عرب کی عادت تھی کہ جب وہ کسی جگہ پڑاؤ کرتے تو کہتے ہم اس جنگل کے سب سے بڑے جن کی پناہ میں آتے ہیں۔ اور ان لوگوں کا عقیدہ تھا کہ اس طرح کہہ لینے کے بعد ہم تمام جنات کے شر سے اس طرح محفوظ ہو جاتے ہیں جس طرح کسی شہر میں جا کر وہاں کے بڑے رئیس کی پناہ لے لینے سے اس شہر والوں اور دوسرے دشمن لوگوں کی ایذا، دہی سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ جنات نے جب دیکھا کہ انسان بھی ہماری پناہ لیتے ہیں تو ان کی سرکشی مزید بڑھ گئی اور انہوں نے الٹا پہلے سے زیادہ انسانوں کو ستانا شروع کر دیا۔“

اسی طرح حافظ موصوف نے عکرمہؒ کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ: ”در اصل جنات انسانوں سے اسی طرح ڈرا کرتے تھے جس طرح کہ انسان جنات سے ڈرتے ہیں بلکہ جنات تو اس سے بھی زیادہ انسانوں سے ڈرتے تھے۔ حتیٰ کہ جس جنگل میں انسان پہنچتا

جنات وہاں سے بھاگ نکلتے۔ لیکن جب سے اہل شرک نے خود ان سے پناہ مانگی شروع کی اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ ”ہم اس وادی کے سردار جنات کی پناہ میں آتے ہیں تاکہ ہمیں یا ہماری اولاد اور مال کو کوئی ضرر نہ پہنچے“ تب سے جنات نے یہ سمجھا کہ یہ لوگ تو ہم سے ڈرتے ہیں چنانچہ وہ اور دلیر ہو گئے اور اب انہوں نے طرح طرح سے انسانوں کو ڈرانا شروع کر دیا۔“

اسی آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیرؒ نے یہ واقعہ بھی نقل فرمایا ہے کہ ”ابو سائب انصاریؓ نے فرمایا: میں اپنے والد کے ہمراہ مدینہ سے کسی کام کے لیے باہر نکلا، اس وقت نبی اکرمؐ مکہ میں مبعوث ہو چکے تھے رات کے وقت ہم ایک چرواہے کے پاس جنگل میں ٹھہر گئے، آدھی رات کے وقت ایک بھیڑیا آیا اور بکری اٹھا کر لے بھاگا۔ چرواہا اس کے پیچھے دوڑا اور (پکار کر) کہنے لگا: ”اے جنگل کو آباد رکھنے والے! تیری پناہ میں آیا ہوا شخص لٹ گیا، ساتھ ہی ایک آواز آئی، حالانکہ کوئی شخص نظر نہ آتا تھا، کہ اے بھیڑیے! اس بکری کو چھوڑ دے (تھوڑی دیر میں ہم نے دیکھا کہ) وہی بکری بھاگی بھاگی آئی اور ریوڑ میں مل گئی حتیٰ کہ اسے کوئی زخم بھی نہیں لگا تھا“ یہی بیان اس آیت میں ہے جو مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی کہ ”بعض لوگ جنات کی پناہ مانگا کرتے تھے۔“ ممکن ہے کہ یہ بھیڑیا بن کر آنے والا جن ہی ہو جو بکری کو پکڑ کر لے گیا ہو اور چرواہے کی اس دہائی پر اسے چھوڑ دیا ہو، تاکہ چرواہے کو اور اس کی بات سن کر دوسرے لوگوں کو بھی اس بات کا یقین کامل ہو جائے کہ جنات کی پناہ میں آ جانے سے لوگ نقصانات سے محفوظ رہتے ہیں اور اس طرح کے عقیدے کے باعث وہ مزید گمراہ ہوں اور خدا کے دین سے خارج ہو جائیں۔“ واللہ اعلم! [تفسیر ابن کثیر (ج ۴ ص ۶۷۱-۶۷۲)]

۲۔ جنات کا آسمان سے خبریں چوری کرنا:

اللہ تعالیٰ جب جبریل امینؑ کو کوئی حکم صادر فرماتے ہیں تو حضرت جبریلؑ آگے دیگر فرشتوں کو وہ حکم سنا دیتے ہیں اور وہ اپنے سے اگلے فرشتوں کو وہ حکم نقل کرتے

ہیں حتیٰ کہ اس طرح جب آسمان دنیا کے فرشتوں کو اللہ کی طرف سے کوئی حکم یا خبر پہنچائی جاتی تو ابلیس مردود اور دیگر شیاطین بھی آسمانوں پر جا کر اس حکم کے کچھ الفاظ سن لیتے۔ پھر بعض اوقات یہ جنات کاہنوں اور جادوگروں تک یہ الفاظ (یعنی آسمانی خبریں) چوری کر کے پہنچا دیتے اور کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا کہ راستے ہی میں شہاب ثاقب (شعلوں کے شکل اختیار کئے آسمانی تارے) ان جنات کو بھسم کر دیتے اور وہ خبر دنیا والوں تک نہ پہنچتی۔ بنی اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے کم ہی ایسا ہوتا تھا کہ جنات کو شہاب ثاقب سے ہلاک کیا جاتا ہو، بلکہ وہ آسمانی خبریں با آسانی چوری کر لیا کرتے تھے مگر آنحضرتؐ کی رسالت کے بعد شیاطین شعلوں کا بہت زیادہ شکار ہونے لگے جیسا کہ قرآن مجید میں خود جنات کا یہ قول اس طرح نقل کیا گیا ہے:

﴿وَأَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجدْنَهَا مُلْبَتٌ حَرَصًا شَدِيدًا وَشُهَبًا﴾ [الحن ۸]

”(جنات نے کہا) اور ہم نے آسمان کو ٹٹول کر دیکھا تو اسے سخت چوکیداروں اور سخت

شعلوں سے پر پایا۔“

مذکورہ آیت کی تفسیر میں ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ: قرآن نازل ہونے سے پہلے بھی شیاطین پر شعلے پھینکے جاتے تھے لیکن پھر بھی وہ خبریں چوری کر کے کاہنوں اور جادوگروں کو پہنچا دیا کرتے تھے۔ [مجموع الفتاویٰ ج ۱۱ ص ۱۶۸]

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ مجھے اصحاب رسول ﷺ میں سے کسی صاحب نے بتایا کہ

”ایک رات ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ آسمان سے ایک ستارہ گرا اور روشنی پھیل گئی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ سے پوچھا: ”زمانہ جاہلیت میں تم ایسے مواقع پر کیا کہا کرتے تھے؟“ ہم نے آپ ﷺ کو بتایا کہ ہم ایسے مواقع پر کہا کرتے تھے کہ ”آج رات کوئی عظیم شخص پیدا ہوا اور کوئی عظیم شخص فوت ہوا ہے۔“ آپؐ نے فرمایا: ”یہ کسی کی موت یا زندگی کے مواقع پر نہیں گرایا جاتا بلکہ یوں ہوتا ہے کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ کسی کام

کا فیصلہ کرتے ہیں تو عرش کو اٹھانے والے فرشتے تسبیح بیان کرتے ہیں پھر وہ لوگ تسبیح بیان کرتے ہیں جو نچلے آسمان والے ہوتے ہیں اور پھر اسی طرح آسمان دنیا والے فرشتے بھی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ پھر عرش والے فرشتوں سے قریب والے فرشتے پوچھتے ہیں کہ پروردگار نے کیا حکم فرمایا ہے؟ عرش والے فرشتے انہیں وہ حکم بتاتے ہیں۔ پھر یہ اپنے سے نیچے والے فرشتوں کو وہ حکم آگے نقل کرتے ہیں۔ پھر جب وہ حکم یا خبر ساتویں آسمان (یعنی آسمان دنیا) تک پہنچتی ہے تو جنات چوری چھپے وہ خبریں اچک لیتے ہیں اور آگے اپنے دوستوں (کاہنوں اور جادو گروں وغیرہ) کو پہنچا دیتے ہیں..... اور وہ بات سچ ہوتی ہے لیکن شیاطین اس میں اپنی طرف سے جھوٹ کا اضافہ بھی کر دیتے ہیں۔“

[مسلم: کتاب السلام: باب تحریم الکھانۃ وایتان الکھان (۵۸۱۹) احمد (۲۱۸/۱)]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ کاہن لوگ ہمیں کسی چیز کے متعلق بتاتے تھے اور وہ بات بالکل سچ ثابت ہوتی تھی؟! اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ وہی سچی بات ہوتی ہے جسے جنات اچک کر اپنے دوست (کاہن) کے کان میں ڈال دیتے ہیں اور اس کے ساتھ سو جھوٹ بھی شامل کر دیتے ہیں۔“

[صحیح مسلم: کتاب السلام: باب تحریم الکھانۃ وایتان الکھان۔۔۔ (۵۸۱۶) صحیح بخاری: کتاب الطب: باب الکھانۃ (۵۷۶۲) احمد (۸۷/۶)]

قرآن مجید میں شہاب ثاقب (آسمانی تاروں) کے تین فائدے بیان کئے گئے ہیں:

۱۔ یہ آسمان کی خوبصورتی اور زیب و زینت کے لیے ہیں۔

۲۔ یہ راستے اور سمتیں معلوم کرنے کے لئے ہیں۔

۳۔ یہ شیطانوں کو آسمانی خبریں چرانے سے روکنے کے لیے ہیں۔

اس تیسرے مقصد اور فائدے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿الْأَمْنِ اسْتَرْقَ السَّمْعَ فَاتَّبَعَهُ شَهَابٌ مُبِينٌ﴾ [الحجر ۱۸]

”ہاں جو (شیطان) چوری چھپے سننے کی کوشش کرے، اس کے پیچھے چمکتا ہوا شعلہ لگ

جاتا ہے۔“

اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر رقمطراز ہیں کہ: ”جو شیطان آسانی خبریں چرانے کے لیے آگے ہوتا تھا اسے شعلہ لگ کر بھسم کر دیتا تھا۔ کئی مرتبہ جنات شعلہ لگنے سے پہلے ہی سنی ہوئی خبر اپنے سے نچلے جن کو پہنچا دیتے تھے اور اس طرح یہ خبر کاہن تک پہنچ جاتی تھی۔“ موصوف نے اس پر بطور دلیل صحیح بخاری کی درج ذیل حدیث پیش کی ہے:

”اذا قضی اللہ الامر فی السماء ضربت الملائکۃ جنتھا خضعاناً.....“

[صحیح بخاری: کتاب التفسیر: سورة الحجر: باب فی قوله ”الامن استرق السمع فاتبعه شهاب مبين“ حدیث (۳۷۰۱)]

”جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی امر کی بابت فیصلہ کرتا ہے تو فرشتے عاجزی کے ساتھ اپنے پر جھکا لیتے ہیں اور اس طرح کی آواز پیدا ہوتی ہے جیسے زنجیر کے پتھر پر مارنے سے پیدا ہوتی ہو۔ (اور ان کے دلوں پر رعب اور وحشت طاری ہو جاتی ہے، بعض روایات کے مطابق وہ بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ مترجم) پھر جب ان کے دل مطمئن ہو جاتے ہیں (یا ان کے ہوش و حواس بحال ہوتے ہیں) تو وہ دریافت کرتے ہیں کہ تمہارے رب کا کیا ارشاد ہوا؟ وہ کہتے ہیں جو بھی رب نے فرمایا، وہ حق ہے اور وہی بلند و بالا اور بہت عالی شان ہے۔ خبریں چرانے والے (سرکش شیاطین آسمان میں اللہ کی طرف سے ہونے) والی اس بات کو سن لیتے ہیں اور وہ اس طرح ایک دوسرے پر چڑھے ہوتے ہیں..... راوی حدیث حضرت سفیان نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے سمجھاتے ہوئے اس طرح کیا کہ اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیاں کشادہ کر کے ایک کو دوسری کے اوپر رکھ دیا..... آسمان سے اللہ کے حکم سے برسنے والا شعلہ کبھی تو خبر آگے منتقل کرنے سے پہلے ہی، اسے بڑانے اور سننے والے شیطان کا کام تمام کر دیتا ہے۔ (یعنی اسے جلا کر بھسم کر دیتا ہے) اور بعض اوقات یہ شیطان (خبر چوری کرنے والا) شعلہ لگنے سے پہلے ہی نچلے شیطان کو وہ خبر پہنچا چکا ہوتا ہے۔ (پھر مسلسل سفر طے کرتے ہوئے) یہ خبر آخر کار زمین تک پہنچ جاتی ہے

اور شیاطین اس خبر کو جادوگر اور کاہن کے کان میں ڈال دیتے ہیں اور وہ اس میں سو جھوٹ شامل کر دیتا ہے۔ جب اس کی وہ بات (جو آسمان سے اتفاق پہنچ گئی تھی) صحیح نکلتی ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ دیکھ فلاں نے ہم کو فلاں دن فلاں فلاں کہا تھا جو کہ سچ نکلا! (اور اس نے جو سو جھوٹ ملائے ہوتے ہیں، لوگ انہیں بھول جاتے ہیں!) [تفسیر ابن

کثیر (ج ۲ ص ۸۴۹)]

بعثت نبوی اور جنات:

بعثت نبویؐ سے پہلے جنات آسمانی خبریں چرایا کرتے تھے لیکن جب محمد ﷺ مبعوث ہوئے اور آپ کو نبوت ملی تو اس کے بعد آسمان پر پہرہ سخت کر دیا گیا جو بھی جن آسمانی خبریں چرانے جاتا تو وہ یا تو ناکام واپس لوٹتا یا پھر جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا۔ اس معاملے سے جنات پریشان ہو گئے کہ آخر آسمان پر اتنا سخت پہرہ کیوں لگا دیا گیا ہے قرآن مجید کی درج ذیل آیت میں ان کی اس حالت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

﴿وَأَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجدْنَا نَهَا مُلْبَتَاتٍ حَوْرًا مُدْبِرِينَ وَشُهُبًا﴾ [الحجر ۸]

”اور ہم نے آسمان کو ٹٹول کر دیکھا تو اسے سخت چوکیداروں اور سخت شعلوں سے

پُر پایا۔“

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

نزول قرآن سے پہلے بھی شیاطین پر شعلے پھینکے جاتے تھے لیکن وہ پھر بھی آسمانی خبریں چرایا کرتے تھے، جب نبی مبعوث ہوئے تو آسمان سخت پہرہ داروں اور آگ کے شعلوں سے بھر دیا گیا اور یہ شعلے جنات کی تاک میں رہتے جیسا کہ قرآن مجید میں جنات کی یہ بات موجود ہے کہ:

﴿وَأَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ بِهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَسْمِعِ الْآنَ يَجِدْ لَهُ شِهَابًا

رَّصَدًا﴾ [الحجر ۹]

”اس سے پہلے ہم باتیں سننے کے لیے آسمان میں جگہ جگہ بیٹھ جایا کرتے تھے، اب جو بھی کان لگاتا ہے، وہ ایک شعلے کو اپنی ناک تیار میں پاتا ہے۔“ [مجموع الفتاویٰ (ج ۱۱ ص ۱۶۸)]
مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیرؒ رقمطراز ہیں:

”آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے جنات آسمانوں پر جاتے، کسی جگہ بیٹھتے اور کان لگا کر فرشتوں کی باتیں سنتے اور پھر آ کر کانہوں کو خبر دیتے تھے اور کانہن ان باتوں میں جھوٹ کی آمیزش کر کے اپنے ماننے والوں کے سامنے پیش کرتے پھر جب حضور ﷺ کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا اور آپؐ پر قرآن کا نزول شروع ہوا تو آسمان پر زبردست پہرے لگادیئے گئے اور ان شیاطین کے لیے پہلے کی طرح وہاں جا کر بیٹھنے اور باتیں چوری کرنے کا کوئی موقع باقی نہ رہا تاکہ قرآن کریم اور کانہوں کا کلام خلط ملط نہ ہو جائے اور متلاشی حق کو دقت نہ ہو۔ یہ جنات اپنی قوم سے کہتے: ”پہلے تو ہم آسمان پر جا کر بیٹھتے تھے مگر اب تو سخت پہرے لگے ہوئے ہیں اور آگ کے شعلے ناک لگائے ہوئے ہیں۔ ایسے جھوٹ کر آتے ہیں کہ خطا نہیں کرتے، جلا کھلسا دیتے ہیں اب ہم نہیں کہہ سکتے کہ اصل معاملہ کیا ہے؟ اہل زمین کی کوئی برائی چاہی گئی ہے یا ان کے ساتھ ان کے رب کا ارادہ نیکی اور بھلائی کا ہے۔“ [تفسیر ابن کثیر (ج ۴ ص ۶۷۲)]

جنات کا بنی اکرمؐ پر ایمان لانے کا مفصل واقعہ:

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ: دراصل ستاروں کا بکثرت گرنا، جنات کا ان سے ہلاک ہونا، آسمان کی حفاظت کا بڑھ جانا، ان کا آسمان کی خبروں سے محروم ہو جانا ہی اس امر کا سبب بنا کہ یہ نکل کھڑے ہوئے اور انہوں نے ہر طرف تلاش شروع کر دی کہ آخر کیا وجہ ہے کہ ہمارا آسمانوں پر جانا انتہائی مشکل ہو کر رہ گیا ہے چنانچہ ان میں سے ایک جماعت کا گزر عرب سے ہوا اور یہاں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو صبح کی نماز میں قرآن شریف پڑھتے ہوئے سنا اور سمجھ گئے کہ اس آخری نبی ﷺ کی بعثت اور آخری کتاب کا

نزول ہی ہماری بندش کا سبب ہے چنانچہ خوش نصیب سمجھدار جنات تو مسلمان ہو گئے
 جبکہ دیگر جنات کو ایمان نصیب نہ ہوا۔ [تفسیر ابن کثیر (ج ۴ ص ۶۷۲-۶۷۳)]
 امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو جن وانس کی طرف مبعوث
 فرمایا ہے اور قرآن مجید میں محمد ﷺ کو اس بات کی خبر دی کہ جنات نے قرآن سنا ہے اور
 وہ اس (کے منزل من اللہ ہونے) پر ایمان لے آئے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:
 ﴿وَإِذَا صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا خَصَرُوهُ قَالُوا
 أَنْتُمْ أَفْلَمَ قُضِيَ وَلَوْ إِلَىٰ قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِينَ ۝ قَالُوا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنْزِلَ
 مِن بَعْدِ مُوسَىٰ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَى طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ
 ۝ يَقُولُوا اجْبِشُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَآمِنُوا بِهِ يَغْفِرَ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرَّكُمْ مِّنْ عَذَابِ
 آلِيمٍ ۝ وَمَنْ لَا يُجِبْ دَاعِيَ اللَّهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُ مِن دُونِهِ
 أَوْلِيَاءُ ۚ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ [الاحقاف/۲۹-۳۲]

”اور یاد کرو! جبکہ ہم نے جنات کی ایک جماعت کو تیری طرف متوجہ کیا کہ وہ قرآن
 سنیں، پس جب وہ (نبی اکرمؐ) کے پاس پہنچے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے خاموش
 ہو جاؤ، پھر جب ختم ہوا تو اپنی قوم کو خبردار کرنے کے لیے واپس لوٹ گئے ۝ کہنے لگے
 اے ہماری قوم! ہم نے یقیناً وہ کتاب سنی ہے جو موسیٰؑ کے بعد نازل کی گئی ہے، جو اپنے
 سے پہلے کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے، جو سچے دین کی اور راہ راست کی طرف
 رہبری کرتی ہے ۝ اے ہماری قوم! اللہ کے بلانے والے کا کہنا ہو، اس پر ایمان لاؤ، تو
 اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں الناک عذاب سے بچائے گا ۝ اور جو شخص اللہ کے
 بلانے والے کا کہنا نہ مانے گا پس وہ زمین میں کہیں (بھاگ کر اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتا اور
 نہ اللہ کے سوا اور کوئی اس کے مددگار ہوں گے۔“ [مجموع الفتاویٰ ج ۱۹ ص ۳۳]

مذکورہ بالا آیات کی تشریح میں حافظ ابن کثیرؒ رقمطراز ہیں کہ: ”مسند احمد میں حضرت

زیر سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ یہ واقعہ نخلہ (مقام) کا ہے، رسول اللہ ﷺ اس وقت نماز عشا ادا کر رہے تھے، یہ سب جنات سمٹ کر آپ کے ارد گرد بھیر کی شکل میں کھڑے ہو گئے۔“

[مسند احمد (۱/۱۶۷) اس کی سند میں انقطاع ہے البتہ یہی واقعہ بخاری میں بسند صحیح موجود ہے۔ صحیح بخاری کتاب التفسیر باب: سورة قل اوحى الى حديث (۴۹۲۱)]

حافظ موصوف مزید فرماتے ہیں کہ ابن عباس کی روایت میں ہے کہ یہ جنات نصیبین (مقام) کے تھے، تعداد میں سات تھے۔ کتاب دلائل النبوة میں ابن عباس سے مروی ہے کہ نہ تو حضور ﷺ نے جنات کو سنانے کی غرض سے قرآن پڑھا نہ آپ نے انہیں دیکھا، آپ تو اپنے صحابہ کرام کے ساتھ عکاظ کے بازار جا رہے تھے، ادھر یہ ہوا تھا کہ شیاطین کے اور آسمانوں کی خبروں کے درمیان رکاوٹ ہو گئی اور ان پر شعلے برسنے لگے..... چنانچہ شیاطین نے آ کر اپنی قوم کو یہ خبر دی تو انہوں نے کہا کہ کوئی نہ کوئی نئی بات پیدا ہو گئی ہے جاؤ تلاش کرو، پس یہ نکل کھڑے ہوئے، ان میں سے ایک جماعت جو عرب کی طرف متوجہ ہوئی تھی، وہ جب یہاں پہنچی تب رسول اللہ ﷺ عکاظ کے بازار کی طرف جاتے ہوئے وادی نخلہ میں اپنے اصحاب کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ ان کے کانوں میں جب آپ کی تلاوت کی آواز پہنچی تو یہ ٹھہر گئے اور کان لگا کر بغور سننے لگے اس کے بعد انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ بس یہی وہ چیز ہے جو تمہارے اور آسمانی خبروں کے درمیان رکاوٹ بنی ہے۔ یہاں سے فوراً ہی واپس لوٹ کر اپنی قوم کے پاس پہنچے اور کہنے لگے ہم نے عجب قرآن سنا جو نیکی کا رہبر ہے، ہم تو اس پر ایمان لا چکے اور اقرار کرتے ہیں کہ اب ناممکن ہے کہ اللہ کے ساتھ ہم کسی دوسرے کو شریک کریں۔“ اس واقعہ کی خبر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو سورة جن میں دی ہے۔“

[اس روایت کی تفصیل کے لئے دیکھئے: صحیح بخاری: کتاب الاذن: باب الجهر بالقراءة صلاة الصبح (۷۷۳) صحیح مسلم: کتاب الصلاة: باب الجهر بالقراءة في الصبح (۱۰۰۶)]

مذکورہ روایت پر ایک اعتراض اور اس کا جواب :

مذکورہ روایت میں عبد اللہ بن عباسؓ کا قول ہے کہ: نبی اکرمؐ نے جنات کو نہیں دیکھا حالانکہ یہ روایت بھی صحیح ہے اور بخاری و مسلم میں موجود ہے جبکہ دوسری روایات سے ثابت ہے کہ آپؐ نے جنات کو دیکھا ہے اور ان سے بات چیت بھی کی ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اس تعارض کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”حضرت ابن عباسؓ کو اس واقعہ کا علم تو ہو گیا جس کی قرآن نے راہنمائی کی لیکن اس واقعہ کا آپؐ کو علم نہ ہو سکا جس کا علم حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کو ہوا اور ان کے علاوہ بھی کئی صحابی، نبی اکرمؐ کے پاس جنات کے آنے اور باہمی بات چیت کو، بیان کرتے ہیں۔ نبی اکرمؐ کو جس معاملے کی خبر قرآن (وحی) کے ذریعے ہوئی ہے وہ پہلا واقعہ تھا جب آسمان پر پہرہ سخت ہو گیا اور ان (جنات) کے اور آسانی خبروں کے درمیان رکاوٹ پیدا ہو گئی تھی.....“ [مجموع الفتاویٰ (ج ۱۹ ص ۳۸)]

نیک جنات کے اخلاق و آداب کا بیان :

جس طرح انسان اپنے بعض معاملات میں اخلاق و آداب کا مظاہرہ کرتے ہیں اسی طرح جنات میں بھی یہ خوبی پائی جاتی ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں جنات کی چند خوبیوں کی طرف اشارہ کیا ہے جو یہ ہیں:

۱۔ ﴿وَإِذَا صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنصِتُوا﴾ [الاحقاف ۲۹]

”اور یاد کرو! جبکہ ہم نے جنات کی ایک جماعت کو تیری طرف متوجہ کیا کہ وہ قرآن سنیں پس جب پہنچ گئے تو (ایک دوسرے کو) کہنے لگے خاموش ہو جاؤ۔“

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ ”مذکورہ بالا آیت میں لفظ ”أَنصِتُوا“ کا مطلب ہے کہ (خاموش ہو جاؤ اور) غور سے سنو اور یہ جنات کی طرف سے (قرآن کی تعظیم کا) ادب و احترام ہے۔“ [تفسیر ابن کثیر، ج ۴ ص ۲۶۰]

۲۔ ﴿وَأَنَا لَا نَدْرِي أَشَرُّ أَرِيدُ بَعْنُ فِي الْأَرْضِ أَمْ أَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا﴾ [الجن ۱۰]
 ”ہم نہیں جانتے کہ زمین والوں کے ساتھ کسی برائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب کا ارادہ ان کے ساتھ بھلائی کا ہے“

اس آیت کی تفسیر میں ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ ”یہ جنات کا (کلام کرنے میں) ادب و احترام کا مظاہرہ ہے کہ برائی کی نسبت کے لیے کسی فاعل (کہ فلاں نے برائی کا ارادہ کیا ہے) کا ذکر نہیں کیا اور بھلائی کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کی اور کہا کہ دراصل آسمان کی اس چوکیداری، اور اس حفاظت سے کیا مطلب ہے، یہ ہم نہیں جانتے۔“ [تفسیر ابن کثیر (ج ۴ ص ۶۷۲)]

۳۔ جنات کی ایک اور خوبی کا ذکر ہمیں جابر بن عبد اللہؓ سے مروی درج ذیل حدیث سے ملتا ہے کہ:

”ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے سامنے سورۃ رحمان کی تلاوت کی پھر فرمایا: ”کیا بات ہے! جو تم سب خاموش ہی رہے، تم سے تو بہت اچھے جواب دیئے والے جنات ثابت ہوئے، جب بھی میرے منہ سے انہوں نے آیت ﴿قَبْلَ آيَةِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾ (یعنی تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گئے) [سورۃ رحمن ۱۳] سنی تو انہوں نے جواب میں کہا ”ولا بئسئ ء من آلائک او نعمک ربنا نکذب فلک الحمد“ اے ہمارے پروردگار! ہم تیرے کسی بھی انعام اور اکرام کو نہیں جھٹلا سکتے۔ اور تیرے ہی لئے ساری تعریف ہے۔“

[سنن الترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورۃ الرحمن: حدیث (۳۲۹۱) ضعیف: اس کی سند میں زہیر بن محمد (شامی) ضعیف راوی ہے۔
 أخرجه البخاکم فی المستدرک (۴۷۳/۲) وقال: صحيح علی شرط الشيخین ولم یخرجاه، ووافقه الذهبی، و ذکره السيوطی فی الدر المنثور (۱۸۹/۶۲)]

ابلیس (شیطان) جنات سے تھایا فرشتوں سے:

اس مسئلے میں علماء کے مابین اختلاف ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ ابلیس جنات سے تھا جبکہ بعض کی رائے یہ ہے کہ ابلیس ایک فرشتہ تھا۔ اس سلسلہ میں درج ذیل قرآنی آیت سے استدلال کیا جاتا ہے:

﴿وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِآدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّا ابْلٰیْسَ﴾ [سورہ بقرہ ۳۴]

”اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا۔“
ابلیس کو فرشتہ قرار دینے والے لوگ اس آیت سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا ذکر فرمایا اور ان سے ابلیس کا استثناء کیا اور عمومی قاعدہ یہ ہے کہ ”جس چیز کا استثناء کیا جائے وہ ان لوگوں کی جنس سے ہوتا ہے جن سے استثناء کیا گیا ہو۔“ لیکن ان کا یہ استدلال درج ذیل وجوہات کی بناء پر غلط ہے:

۱۔ آیت مذکورہ سے یہ استدلال درست نہیں کیونکہ استثناء کی دو صورتیں ہیں ایک استثنائے متصل اور دوسرا منقطع۔ مذکورہ بالا قاعدہ استثناء متصل کا ہے جبکہ آیت میں موجود استثناء، استثنائے منقطع ہے جس میں یہ شرط نہیں کہ ”جس چیز کا استثناء کیا جائے وہ ان ہی لوگوں کی جنس سے ہو جن سے استثناء کیا گیا ہے۔“

۲۔ حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت کئی اقوال ذکر فرمائے ہیں۔ اکثر اقوال کا تعلق اسرائیلی روایات سے ہے۔ ان اقوال میں سے ایک صحیح قول جو حضرت حسن سے مروی ہے وہ یہ ہے کہ ”ابلیس فرشتہ نہیں تھا بلکہ وہ تمام جنات کا اصل (باپ) ہے، جس طرح کہ آدم تمام انسانوں کا باپ (اصل) ہے۔“ [البدایۃ والنہایۃ، لابن کثیر (۵۵۱/۱) رواہ ابن جریر باسناد صحیح عنہ تفسیر ابن جریر الطبری (۶۹۶)]

۳۔ قرآن مجید کی درج ذیل آیات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ابلیس جن تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ﴾ [الكهف/ ۵۰]

”اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ تم آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا، یہ جنات میں سے تھا، اس نے اپنے پرودگار کی نافرمانی کی۔“

اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیرؒ نے اپنا موقف یوں بیان فرمایا ہے کہ ”گو ابلیس فرشتوں کے سے اعمال کر رہا تھا، انہی کی مشابہت کر رہا تھا اور اللہ کی رضامندی میں دن رات مشغول تھا، اسی لیے ان کے خطاب میں یہ بھی آگیا لیکن جب اسے سجدہ کرنے کا حکم ملا تو یہ سنتے ہی وہ اپنی اصلیت پر آگیا، تکبر اس کی طبیعت میں سما گیا اور اس نے صاف انکار کر دیا جبکہ اس کی پیدائش ہی آگ سے ہوئی تھی۔“ [تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۴۵]

۴۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”خَلَقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُورٍ، خَلَقَ الْجَانُّ مِنْ مَارِجٍ مِنْ نَارٍ وَخُلِقَ آدَمُ مِمَّا وَصَفَ لَكُمْ“ [صحیح مسلم: کتاب الزہد باب فی احادیث متفرقة: حدیث (۷۴۹۵) مسند احمد (ج ۶ ص ۱۶۸/۱۵۳)]

”فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا، جنات کو آگ سے پیدا کیا گیا اور آدم کو اس چیز سے پیدا کیا گیا ہے جو تمہیں بتادی گئی ہے۔“

اس حدیث سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ ابلیس اور فرشتوں کی تخلیق علیحدہ علیحدہ چیزوں سے ہوئی ہے جنات کی تخلیق سے متعلقہ مندرجہ بالا حدیث کی تائید درج ذیل آیت سے بھی ہوتی ہے:

﴿إِنَّا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْنَاهُ مِنْ نَارٍ وَخَلَقْنَاهُ مِنْ طِينٍ﴾ [سورة الاعراف/ ۱۲]

”(شیطان نے کہا کہ) میں اس سے بہتر ہوں، آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے

اور اس کو آپ نے خاک (مٹی) سے پیدا کیا ہے۔“

مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات واضح ہوئی کہ ابلیس فرشتوں سے نہیں تھا بلکہ وہ جنات کی نسل سے تعلق رکھتا تھا۔ [اس موضوع سے متعلق مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

”انسان اور شیطان“ از، حافظ مبشر حسین لاہوری]

جن فرشتہ کیوں نہیں ہو سکتا؟

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے لوگوں نے پوچھا: جن فرشتہ کیوں نہیں ہو سکتا؟ تو انہوں نے جواب دیا: اس لیے کہ جن جھوٹ بولتا ہے اور اس نے (ایک مرتبہ میری شکل اختیار کر کے بعض لوگوں سے یہ) کہا تھا: ”میں ابن تیمیہؒ ہوں“ جبکہ اسے علم تھا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ اسی طرح بہت سے لوگوں کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہے کہ جن ان سے کہتے ہیں: ”میں خضر ہوں.....“ اور اسی بات (یعنی جن کے جھوٹا ہونے) کو نامانے کی وجہ سے بہت سے مسلمان اور حتیٰ کہ عیسائی بھی گمراہ ہو گئے کیونکہ انہوں نے یہ عقیدہ اختیار کر لیا تھا کہ ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام، سولی پر چڑھائے جانے کے بعد بعض حواریوں کے پاس آئے، ان سے بات چیت کی اور انہیں وعظ و نصیحت بھی کی“۔ یہ بات عیسائیوں کی اناجیل اربعہ میں رقم ہے۔ اور تمام عیسائی بھی اس بات کی گواہی دیتے ہیں (کہ مرنے کے بعد حضرت عیسیٰؑ آئے تھے) حالانکہ وہ شیطان تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل میں ان کے پاس آیا تھا اور اس نے کہا تھا کہ ”انا المسیح“ میں مسیح یعنی عیسیٰ ابن مریم ہوں.....“ [مجموع الفتاویٰ (ج ۱۳ ص ۵۲، ۵۳)]

جنات کو تبلیغ کرنے والے اللہ کے افضل ولی ہیں!

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ رقمطراز ہیں کہ: انسانوں میں سے جو بھی جنات کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام بتائے اور انہیں اللہ کی عبادت کرنے اور اس کے نبی ﷺ کی فرمانبرداری کرنے کا حکم دے اور دوسرے انسانوں کو بھی (بھلائی کے ارادے سے) یہی حکم دے، تو ایسا شخص اللہ تبارک و تعالیٰ کے افضل ولیوں میں سے ہے اور انبیاء کا وارث اور نائب کہلانے کا صحیح معنوں میں حقدار ہے۔ [مجموع الفتاویٰ ج ۱۱ ص ۱۶۹]

[واضح رہے کہ ایسا شخص صرف اس وقت اللہ کے افضل اولیاء میں سے شمار ہوگا جب وہ جن وانس کو اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات بتائے گا اور انہیں شریعت

کی پابندی کا حکم دے گا اور اگر یہ شخص شہرت حاصل کرنے کے لیے جنات سے کلام کرتا ہے یا مال و دولت اور دیگر مادی مفادات ہی کے لیے ایسا کرتا ہے تو پھر یہ اولیاء اللہ میں ہرگز شمار نہیں ہوگا بلکہ ایسا کرنے والے شخص کا ایمان تو سخت خطرہ میں ہے [مترجم]

جنات کی پیدائش کب ہوئی؟ انسانوں سے پہلے یا بعد میں؟

قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی تخلیق سے بہت پہلے ہی فرشتوں اور ابلیس کو پیدا فرمادیا تھا جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے کہ جب اللہ تعالیٰ پہلے انسان یعنی آدمؑ کو پیدا فرمانے لگے تو فرشتوں سے کہا:

﴿إِنِّى جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِیْفَةً.....﴾ ”میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں.....“ [البقرة ۳۰] پھر اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو مٹی سے تخلیق بخشنے کے بعد سب کو حکم دیا کہ اس آدمؑ کو سجدہ کرو۔ ابلیس (شیطان) کے علاوہ سب (فرشتوں) نے سجدہ کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابلیس آدمؑ سے بھی پہلے پیدا کیا گیا تھا اور ابلیس چونکہ جنات سے تھا اس لیے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ جنات کو آدمؑ سے پہلے پیدا کیا گیا اسی طرح ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ۝ وَالْجَنَّ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَارِ السَّمُومِ﴾ [الحجر ۲۶-۲۷]

”یقیناً ہم نے انسان کو خشک مٹی سے، جو کہ سڑے ہوئے گارے کی تھی، پیدا فرمایا ہے اور اس سے پہلے جنات کو ہم نے لوہائی آگ سے پیدا کیا۔“

حافظ ابن کثیرؒ لفظ ”من قبل“ کی تفسیر میں رقمطراز ہیں: ”یعنی انسان کی تخلیق سے پہلے (ہی جنات کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمادیا تھا)“ [تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۸۵۶]

جنات کی شادیاں اور افزائش نسل:

جس طرح انسانوں میں شادیاں ہوتی ہیں، اسی طرح جنات بھی آپس میں شادیاں کرتے ہیں اور ان میں بھی اس طرح مذکور مومنٹ کا وجود ہے جس طرح انسانوں میں ہے اس کی تائید حضرت انسؓ سے مروی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ

”كان النبي ﷺ اذا دخل الخلاء قال: اللهم اني اعوذ بك من الخبث والنجاسات“

[صحیح بخاری : کتاب الصلاة: باب ما يقول عبد اذا دخل الخلاء حديث (۱۳۲) صحیح مسلم : کتاب الحيض: باب ما يقول الرجل اذا دخل الخلاء۔۔۔۔۔ (۴) ابن ماجه (۲۹۸) نسائی (۱۹) مسند احمد (۲۸۲، ۱۰۱، ۹۹، ۱۳)]

”نبی اکرم ﷺ جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے کہ ”اے اللہ! میں

شیطان مردوں اور شیطان عورتوں سے تیری پناہ پکڑتا ہوں“

جنات کی شادی کے حوالہ سے درج ذیل آیات بھی راہنمائی کرتی ہے:

۱۔ ﴿لَمْ يَطْمِئْنُوا أَنْسَ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ﴾ [الرحمن ۵۶]

”ان (یعنی حوروں) کو اس سے پہلے کسی جن اور انسان نے ہاتھ نہیں لگایا۔“

حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ: أُرْطَاةُ بن منذرؒ فرماتے ہیں کہ ضمرۃ بن حبیبؒ سے سوال کیا گیا: کیا جنات جنت میں داخل ہوں گے تو ضمرۃؒ نے جواب دیا: ہاں! اور جنات کا نکاح بھی ہوگا۔ جنات مردوں کا جنات عورتوں سے

اور انسان مردوں کا انسان عورتوں سے نکاح ہوگا۔“ [تفسیر ابن کثیرؒ ج ۴ ص ۴۳۳]

۲۔ ﴿اَفْتَحْذُوْنَهُ وَذَرِيَّتَهُ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِي وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ﴾ [الکھف ۵۰]

”کیا پھر بھی تم اس (شیطان) کو اور اس کی اولاد کو مجھے چھوڑ کر اپنا دوست بنا رہے ہو؟ حالانکہ وہ تم سب کا دشمن ہے۔“

اس آیت سے بھی یہ بات ثابت ہوئی کہ جنات میں شادیاں ہوتی ہیں اور انسانوں کی طرح ان کے ہاں بھی اولاد ہوتی ہے۔ واضح رہے کہ جنات میں انسانوں کی نسبت شرح پیدائش زیادہ ہے۔ جیسا کہ امام حاکم نے عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”ان الله جزأ الانس والجن عشرة اجزاء فتسعة منهم الجن والانس جزء واحد، فلا يولد من الانس ولد الا من الجن تسعة“ [مسند ترك حاکم]

”اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنات کو دس حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ان میں نو حصے جنات کے ہیں جبکہ انسانوں کا ایک حصہ ہے۔ انسانوں کا ایک بچہ پیدا ہوتا ہے تو جنات کے نو بچے پیدا ہوتے ہیں۔“ (واللہ اعلم!)

جنات حد سے زیادہ جھوٹ بولتے ہیں:

جنات بکثرت جھوٹ بولتے ہیں بلکہ جھوٹی قسم تک اٹھالیتے ہیں جیسا کہ ابلیس کے متعلق قرآن مجید میں ہے کہ:

﴿فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوَاتِمِهِمَا وَقَالَ مِمَّا يَكُنْتُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ إِنَّكُمَا تَكُونَا مَلَكَتَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ﴾ [الاعراف ۲۰-۲۱]

”پھر شیطان نے ان دونوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا تاکہ ان کا پردہ بدن جو ایک دوسرے سے پوشیدہ رکھا گیا تھا، اسے دونوں کے روبرو دکھول دے اور وہ کہنے لگا کہ تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے اور کسی سبب سے منع نہیں فرمایا، مگر محض اس وجہ کہ تم دونوں کہیں فرشتے ہو جاؤ یا کہیں ہمیشہ زندہ رہنے والے ہو جاؤ۔ اور اس نے ان دونوں سے قسم کھا کر کہا کہ میں تمہارے لئے خیر خواہ ہوں“ (لہذا تم میری بات مان لوں)

حافظ ابن کثیرؒ رقمطراز ہیں کہ: شیطان نے حضرت آدم و حواؑ کے لیے اللہ کی قسم کھائی اور کہا: میں تم سے پہلے کا یہاں رہنے والا ہوں اور اس جگہ کی ہر چیز کو تم سے زیادہ جانتا ہوں“ [تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۳۳۰]

کیا جنات دین و شریعت کے مکلف ہیں؟

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ: جس طرح انسان مکلف ہیں اسی طرح جنات بھی شریعت کے مکلف ہیں، ان کو بھی انسانوں کی طرح کچھ اعمال بجالانے کا حکم دیا گیا ہے اور کچھ اعمال سے روکا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَمْشُرُ الْجَنِّ وَالْإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمُ إِنِّي وَبُذِّرُوا لَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا، قَالُوا شَهِدْنَا عَلَى أَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمْ الْحَيَوةُ الدُّنْيَا

وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ ﴿سورة الانعام ۱۳۰﴾

”اے جنات اور انسانوں کی جماعت! کیا تمہارے پاس تم میں سے ہی پیغمبر نہیں آئے تھے جو تم سے میرے احکام بیان کرتے تھے اور تم کو اس آج کے دن کی خبر دیتے تھے؟ وہ سب عرض کرنے لگے کہ ہم اپنے اوپر اقرار کرتے ہیں اور ان کو دنیاوی زندگی نے بھول میں ڈال رکھا اور یہ لوگ اقرار کرنے والے ہوں گے کہ وہ کافر تھے۔“ [مجموع

الفتاویٰ ج ۱۳ ص ۴۵]

ایک دوسری جگہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جنات بھی انسانوں کی طرح دین و شریعت پر عمل کے لحاظ سے ذمہ دار ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو جن و انس (دونوں مخلوقوں) کی طرف مبعوث فرمایا ہے۔ [مجموع الفتاویٰ ج ۱۳ ص ۴۹]

ایک اور جگہ ابن تیمیہ صراحت سے ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: انسان کے لیے ضروری ہے کہ اسے اس بات کا علم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو تمام جن و انس کی طرف مبعوث فرمایا ہے اور تمام (جن و انس) کے لیے ان باتوں کو واجب قرار دیا ہے کہ وہ:

۱۔ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائیں۔

۲۔ جو دین و شریعت محمد ﷺ لے کر آئے ہیں اس پر ایمان لائیں۔

۳۔ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کریں۔

۴۔ صرف ان چیزوں کو حلال سمجھیں جن کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حلال قرار دیا ہے

۵۔ ان چیزوں کو حرام سمجھیں جن کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا ہے۔

۶۔ صرف ان چیزوں کو واجب سمجھیں جن کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے واجب قرار دیا ہے یا جو شریعت میں واجب ہیں۔

۷۔ ان کاموں کو پسند کریں جن کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے پسند فرمایا ہے۔

۸۔ ان کاموں کو ناپسند کریں جن کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ناپسند کیا ہے۔

۹۔ اور یہ کہ جن و انس میں جس کسی پر بھی محمد ﷺ کی رسالت کی حجت قائم ہوگئی اور وہ آپ ﷺ پر ایمان نہیں لایا تو وہ اسی طرح عذاب کا مستحق ٹھہرے گا جس طرح کافر لوگ اس (عذاب) کے مستحق ہیں۔ [مجموع الفتاویٰ ج ۱۹ ص ۹]

علاوہ انہیں درج ذیل آیات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی طرح جنات کو بھی دین پر عمل کرنے کا مکلف (پابند) ٹھہرایا ہے:

﴿وَأَنَا مِنَ الصَّالِحِينَ وَمَنْذُورٌ ذَلِكَ كُنَّا طَائِفًا قَدْ ذَا﴾ [الحج ۱۷]

”اور (جنات نے کہا کہ) بیشک بعض تو ہم میں نیک و کار ہیں اور بعض اس کے برعکس بھی ہیں۔ ہم مختلف طریقوں سے بنے ہوئے تھے۔“

﴿وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَمِنَ الْقَاسِطِينَ فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولَئِكَ تَحَرُّوْا رَشَدًا وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا﴾ [الحج ۱۳-۱۵]

”ہاں ہم میں بعض تو مسلمان ہیں اور بعض بے انصاف ہیں پس جو فرماں بردار ہو گئے انہوں نے تو راہِ راست کا قصد کیا اور جو ظالم ہیں وہ جہنم کا ایندھن بن گئے۔“

﴿يَا قَوْمَنَا أَجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَامْنُوبِهِ يَغْفِرَ لَكُمْ مِنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ وَمَنْ لَا يَجِبْ دَاعِيَ اللَّهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُ مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءُ أُولَئِكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾ [الاحقاف ۳۱-۳۲]

”(جب جنات اپنی قوم کے پاس گئے تو کہنے لگے) اے ہماری قوم! اللہ کے بلانے والے کا کہاناؤ، اس پر ایمان لاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں المناک عذاب سے پناہ دے گا اور جو شخص اللہ کے بلانے والے کا کہانا نہ مانے گا پس وہ زمین میں (کہیں بھاگ کر) اللہ کو عاجز نہیں کر سکتا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس کے مددگار نہ ہوں گے۔“

روز قیامت جنات سے کیا سلوک ہوگا:

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ رقمطراز ہیں: انسانوں کی طرح جنات بھی شریعت کے مکلف اور پابند ہیں حضرت محمد ﷺ جن وانس کی طرف بھیجے گئے ہیں مختلف دلائل اور اجماع امت سے یہ بات ثابت ہے کہ جس طرح برے لوگ آگ کا عذاب پائیں گے، اس طرح کافر، فاسق اور نافرمان جنات بھی آگ کے عذاب کے مستحق ٹھہریں گے۔ اصل اختلاف مؤمن جنات کے متعلق ہے (کہ آیا وہ بھی جنت میں جائیں گے یا نہیں) تو اس معاملے میں دو قول ہیں:

(۱) امام مالک، شافعی، احمد، ابو یوسف اور محمد رحمہم اللہ کے ساتھیوں کی اکثریت نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ مؤمن جنات جنت میں داخل ہوں گے۔ امام طبرانی نے ایک حدیث بھی اس سلسلہ میں نقل کی ہے کہ: ”انہم یكونون فی ربض الجنة، یراہم الانس من حیث لا یروہم“

”جنات جنت کے ایسے مقام پر ہوں گے جہاں ہے انسان تو انہیں دیکھ سکیں گے مگر وہ انسانوں کو نہیں دیکھ سکیں گے۔“ [اسے امام طبرانی نے معجم الصغیر میں روایت کیا ہے لیکن اس روایت کے صحیح ہونے میں اختلاف ہے۔] [مجموع الفتاویٰ ج ۱۳/ص ۴۹، ج ۱۴/ص ۱۴۶]

(۲) ابن تیمیہؒ نے ایک دوسرا قول یہ نقل فرمایا ہے کہ:

ایک جماعت جن میں امام ابو حنیفہؒ بھی شامل ہیں، انہوں نے اس موقف کو اختیار کیا ہے کہ فرمانبردار جنات جو پاؤں کی طرح مٹی ہو جائیں گے اور آگ سے نجات ہی

ان کا بدلہ ہوگا۔ [مجموع الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۴۶، ج ۱۹ ص ۱۴۶]

اس مسئلہ میں حافظ ابن کثیرؒ رقمطراز ہیں کہ: حق یہ ہے کہ مؤمن جنات مؤمن

انسانوں کی طرح جنت میں داخل ہوں گے اور یہی ہمارے اسلاف کی رائے ہے۔ بعض سلف صالحین نے اس مسئلہ میں درج ذیل آیت سے بھی استدلال کیا ہے:

﴿لَمْ يَطْمِئِنُّوْا اَنْسَ قُلُوْبُهُمْ وَلَا جَاْنٌ﴾ [الرحمن ۷۴]

”جن (حوروں) کو ان سے پہلے کسی جن اور انسان نے ہاتھ نہیں لگایا۔“

جبکہ یہ استدلال محل نظر ہے اس سے بہتر استدلال اس آیت سے ہو سکتا ہے:

﴿وَلَمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٍۭۤ هٖۤ اٰلَآءٌۭ رَّكَمًاۙ لَا يَصْلٰہُ فِيْهَاۙ نٰكِدٰتُنَّ﴾ [الرحمن ۴۶-۴۷]

”اور اس شخص کے لیے جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا، دودھ جنتیں ہیں،

پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جن و انس پر اپنے احسان کا اظہار فرمایا ہے اور ہر نیک

کام کرنے والے کے لیے جنت کا وعدہ کیا ہے۔ [تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۶۱]

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اس باب میں رقمطراز ہیں: جنات کے ہر مذہب کے لوگ

انسانوں میں سے اپنے مذہب کے لوگوں کے ساتھ ہونگے۔ جو یہودی ہیں وہ یہودیوں

کے ساتھ ہوں گے۔ عیسائی عیسائیوں کے ساتھ ہوں گے۔ مسلمان (جنات)

مسلمانوں کے ساتھ ہوں گے، فاسق فاسقوں کے ساتھ ہوں گے۔ اور جاہل اور بدعتی جاہل

اور بدعتی انسانوں کے ساتھ ہوں گے۔ [مجموع الفتاویٰ ج ۱۳ ص ۴۹]

کیا جنات کو قتل کرنا درست ہے؟

اسی طرح حضرت ابوسائبؒ سے مروی ہے کہ

میں حضرت ابوسعید خدریؓ کے گھر گیا تو حضرت ابوسعیدؓ نماز پڑھ رہے تھے، میں بیٹھ کر

ان کا انتظار کرنے لگا۔ اسی دوران میں نے گھر کے کونے میں کچھ کھڑکنے کی آواز سنی، میں

نے مڑ کر دیکھا تو وہ ایک سانپ تھا۔ میں فوراً چھل کر کھڑا ہوا تاکہ اسے مار دوں لیکن ابو

سعیدؒ نے مجھے (بیٹھنے کا) اشارہ کیا اور میں بیٹھ گیا۔ جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے محلے میں موجود ایک گھر کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کیا تمہیں یہ گھر نظر آ رہا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! آپؐ نے فرمایا: اس گھر میں، ہم میں سے ایک نوجوان رہتا تھا جس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ جب ہم رسول ﷺ کے ساتھ جنگ خندق کے لیے گئے تو یہ نوجوان دوپہر کے وقت حضور ﷺ سے اجازت لے کر اپنے گھر چلے جاتا تھا۔ ایک دن جب اس نے اجازت طلب کی تو آپؐ نے فرمایا: اپنا اسلحہ بھی ساتھ لے لو مجھے خطرہ محسوس ہو رہا ہے کہ کہیں بنو قریظہ کے یہودی تمہیں نقصان نہ پہنچائیں۔ اس شخص نے اپنا ہتھیار لے لیا اور گھر کی طرف لوٹا۔ اس کی بیوی دروازے کے درمیان کھڑی تھی، وہ نیزہ لے کر آگے بڑھتا کہ اپنی بیوی کو مارے کیونکہ اسے (اس منظر نے) سخت غیرت میں ڈال دیا۔ اس کی بیوی نے کہا: اپنا نیزہ اپنے پاس رکھ اور گھر کے اندر جا کر دیکھ کہ مجھے کس چیز نے باہر نکلنے پر مجبور کیا ہے۔ وہ اندر داخل ہوا تو وہاں ایک بہت بڑا سانپ بستر پر بل کھائے ہوئے بیٹھا تھا، اس نے وہی نیزہ اس سانپ کو مارا اور اسے اس نیزے میں پرو دیا۔ پھر وہ باہر نکلا اور نیزے کو گھر کے صحن میں گاڑ دیا مگر اسی اثناء وہ سانپ اچانک اس پر حملہ آور ہوا اور ہمیں یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ کون پہلے مرا ہے، سانپ یا نوجوان؟ پھر ہم سب اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئے اور آپؐ کو یہ واقعہ سنایا۔ ہم نے یہ بھی کہا کہ آپؐ اللہ سے دعا کریں کہ اس نوجوان کو اللہ تعالیٰ ہمارے لیے زندہ کر دے۔ آپؐ نے فرمایا: ”اپنے ساتھی کے لیے مغفرت طلب کرو“ پھر آپؐ نے فرمایا: ”مدینہ میں بعض ایسے جنات ہیں جو اسلام قبول کر چکے ہیں اگر تم ان میں سے کسی کو دیکھو تو اسے تین دن تک (بعض روایات کے مطابق تین مرتبہ) خبردار کرو، اگر اس کے بعد بھی وہ ظاہر ہو تو اسے قتل کر دو کیونکہ وہ شیطان ہے۔“

[صحیح مسلم: کتاب السلام: باب قتل الحیات وغیرہا: حدیث (۵۸۳۹) سنن ابو داؤد: کتاب الادب: باب فی اطفاء النار (۵۲۴۸) مسند احمد (۴۱۳) ۱]

اس حدیث کے تحت ابن تیمیہؒ رقمطراز ہیں: جس طرح انسانوں کو ناحق قتل کرنا جائز نہیں اسی طرح جنات کو ناحق قتل کرنا بھی جائز نہیں (چونکہ قتل ظلم عظیم ہے اور) ظلم ہر حال میں حرام ہے خواہ مظلوم کوئی بھی شخص ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا يَجْعَلْ مَنكُمْ شَنَاٰنًا قَوْمٌ عَلَىٰ آلَا تَعْدِلُوْا، اَعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی﴾ [المائدہ ۸۷]

”کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کرے، عدل کیا کرو جو پرہیزگاری

کے زیادہ قریب ہے۔“ [مجموع الفتاویٰ ج ۱۹ ص ۴۴]

جنات کو قتل کرنے کی ایک صورت تو آنحضرت ﷺ نے صراحت کے ساتھ بیان فرمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ:

”تم جنات کو (جو سانپوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں) تین مرتبہ مہلت دو (یعنی انہیں مارنے سے پہلے گھر سے نکل جانے کا کہو) اگر اس کے بعد بھی ان میں سے کوئی تمہیں نظر آئے تو اسے قتل کر دو کیونکہ وہ سرکش جن ہے۔“

[صحیح مسلم: کتاب السلام: باب قتل الحیات وغیرہا۔۔۔ حدیث (۵۸۴۱)]

اس کے علاوہ قرآن و سنت کے مجموعی تناظر میں شیخ ابن تیمیہؒ ایک اور صورت کی طرف یوں اشارہ کرتے ہیں: ”جب یہ بات ہوگئی کہ جنات موجود ہیں، فہم و فراست رکھتے ہیں بعض کاموں کے کرنے کا انہیں حکم دیا گیا ہے، بعض سے روکا گیا ہے، ان کو بھی اجر و ثواب اور سزا سے دوچار ہونا ہوگا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف نبی و رسول کو مبعوث فرمایا ہے تو پھر مسلمانوں پر واجب ہے کہ جس طرح انسانوں کو نیکی کا حکم دیتے اور برائیوں سے روکتے ہیں، اسی طرح جنات کو بھی نیکی کا حکم دیں، برائیوں سے روکیں اور اللہ رب العزت کے دین کی دعوت دیں جس طرح کہ نبیؐ نے (جن و انس) کو دعوت دی تھی۔ اگر وہ جنات اعراض کریں تو پھر ان کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کیا جائے جیسا کہ اعراض کرنے والوں سے کیا جاتا ہے۔ اور ان کے حملوں سے بھی اسی طرح بچاؤ کی کوشش کی جائے جس طرح کہ انسان کے حملوں سے بچاؤ کے لئے کی جاتی ہے۔“ [مجموع

الفتاویٰ (ج ۱۹ ص ۳۹)]

امام موصوف ایک دوسری جگہ رقمطراز ہیں: حملہ کرنے والے کا دفاع ضروری ہے، چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”من قتل دون ماله فهو شهيد، ومن قتل دون دمه فهو شهيد، ومن قتل دون دينه فهو شهيد“

”جو شخص اپنے مال کا دفاع کرتے ہوئے قتل ہو گیا وہ شہید ہے اور جو اپنی جان کی (اور عزت کی) حفاظت کرتا ہو یا دین کی حفاظت کرتا ہو قتل ہو گیا، وہ بھی شہید ہے۔“

[سنن ابو داؤد: کتاب السنة: باب فی قتال اللصوص (۴۷۵۹) سنن ترمذی: کتاب الديات: باب ماجاء فی الحبس فی التهمة (۱۴۲۱) سنن نسائی (۴۰۹۹)]

جب مظلوم اپنے مال کی حفاظت کے لیے حملہ کرنے والے کو قتل کر سکتا ہے تو پھر وہ اپنی عقل، جسم اور عزت کی حفاظت کیوں نہیں کر سکتا؟ سرکش جن انسان کی عقل کو خراب کر دیتا ہے، اس کے جسم کو عذاب سے دوچار کرتا ہے تو پھر اس سے دفاع ضروری ہے چاہے اس دفاع میں وہ (حملہ آور) قتل ہی کیوں نہ ہو جائے۔ [مجموع الفتاویٰ ج ۱۹ ص ۵۶]

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے پوچھا گیا: کیا اہل علم کے نزدیک یہ بات صحیح ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک جن کو قتل کیا تھا؟

تو شیخ نے جواب دیا کہ: ”اہل علم کی رائے میں یہ ایک جھوٹا اور من گھڑت واقعہ ہے، نہ تو حضرت علیؓ نے کسی جنگ میں کسی جن کو قتل کیا اور نہ ہی صحابہ کرامؓ میں سے کسی اور سے جنات سے جنگ کرنا اور انہیں قتل کرنا منقول ہے..... جنگوں میں حضرت علیؓ یا دیگر صحابہ کرامؓ کا جنات سے قتال کرنے کا کوئی واقعہ ثابت نہیں، البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ صحابہ کرام کے دوست مسلمان جنات کافر جنات سے لڑائی کرتے ہوں، اس لئے صحابہ کرامؓ کو ان سے قتال کی ضرورت ہی نہ پیش آتی ہو“ [مجموع الفتاویٰ (ج ۴ ص ۳۰۰)]



باب دوم (۲)

جنات کا انسان کو ایذا اور تکلیف دینا

جس طرح بعض انسان دوسرے انسانوں پر ظلم و ستم کرتے اور انہیں تکلیف پہنچاتے ہیں، اسی طرح جنات بھی مختلف طریقوں سے انسان کو تکلیف پہنچاتے اور پریشان کرتے ہیں۔ اگرچہ بعض لوگ اس بات کو تسلیم نہیں کرتے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسا فی الواقع ہوتا ہے اور اس سے بہر طور انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس باب میں ہم ائمہ سلف کی تحریروں کی روشنی میں یہ بات ثابت کریں گے کہ جنات انسانوں کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔ اور یہ بھی واضح کریں گے کہ ان کی ایذا دہی کی کیا صورتیں ہیں جبکہ اس کے بعد والے باب میں جنات کے حملوں سے دفاع اور ان کی ایذا دہی سے بچاؤ کی جائز اور ناجائز صورتوں پر روشنی ڈالی جائے گی۔ (مترجم و مرتب)

جنات کا بدن انسانی میں داخل ہونا:

قرآن و سنت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جنات، انسان کے بدن میں داخل ہو جاتے ہیں اور انسان کو سخت تکلیف سے دوچار کرتے ہیں لیکن بعض لوگ اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتے ہیں۔ شیخ ابن تیمیہؒ ان لوگوں کا رد کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ:

جاہل اور گمراہ لوگ جنات کے بدن انسانی میں دخول کے منکر ہیں، معتزلہ (ایک عقل پرست گمراہ فرقہ) میں سے ایک گروہ جن میں جہائی، ابو بکر الرازی اور چند دیگر لوگ شامل ہیں، انہوں نے مجنوں شخص کے جسم میں جنات کے داخل ہونے کی نفی کی ہے لیکن اس کے باوجود وہ جنات کے وجود کے منکر نہیں ہیں۔ [مجموع الفتاویٰ

(ج ۱۹ ص ۱۲)]

بدن انسانی میں جنات کے دخول کے دلائل:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں: قرآن مجید اور احادیث رسول ﷺ سے جنات کا وجود ثابت ہے اور اس بات پر امت کے سلف صالحین اور تمام ائمہ کرام کا اتفاق رہا ہے، اسی طرح اہل السنۃ والجماعۃ کے تمام ائمہ کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ جن بدن انسانی میں داخل ہو سکتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقْوَمُونَ إِلَّا كَمَا يَقْوَمُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ﴾ [البقرة ۲۷۵]

” (روزِ حشر) سود خور لوگ اس طرح کھڑے ہوں گے جس طرح وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان چھو کر خطی بنا دے۔“

حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کے تحت رقمطراز ہیں: اللہ تعالیٰ نے سود خوروں کی حالت کو مجنون شخص کے مشابہہ قرار دیا ہے کہ جس طرح کوئی شخص جنات کے اپنے اوپر مسلط ہو جانے کی وجہ سے ایک صحیح و تندرست انسان کی طرح کھڑا نہیں ہو سکتا اسی طرح سود خور بھی محشر میں رب کے حضور لڑکھڑاتا ہوا کھڑا ہوگا۔ [تفسیر ابن کثیر، ج ۱ ص ۴۸۷]

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں: اس آیت میں ان لوگوں کا قول غلط ثابت ہوتا ہے جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جنات انسانی جسم میں داخل نہیں ہو سکتے۔ [تفسیر قرطبی، ج ۳ ص ۳۵۵]

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاویٰ کے مختلف حصوں میں جنات کے وجود سے متعلقہ بعض روایات نقل کی ہیں، جنہیں ہم اصل مصادر و مراجع سے تقابلی کے بعد ذیل میں نقل کر رہے ہیں:

۱۔ حضرت عثمان بن ابی العاصؓ فرماتے ہیں:

((شكوت الى رسول الله ﷺ نسيان القرآن، فضر ب علي صدري بيده فقال: يا شيطان اخرج من صدر عثمان، ففعل ذلك ثلاث مرات، قال عثمان: فمانسيت منه شيئا بعد احببت ان اذكره))

”میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے (نماز میں) قرآن کے بھول جانے کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے میرے سینے پر مارا اور (میرے منہ میں تھوکتے ہوئے) فرمایا: اللہ کے دشمن شیطان! نکل جا۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ اس طرح کہا۔ حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں جو چیز یاد کر لیتا وہ مجھے نہیں بھولتی تھی“

[سنن ابن ماجہ کتاب الطب باب الفزع والاقار... (۳۵۴۸) سلسلۃ الاحادیث الصحیحة (۲۹۱۸/۶) میں امام البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔]

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت اپنے بیٹے کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لائی اور کہنے لگی: یا رسول اللہ ﷺ اس پر جنات کا سایہ ہے، جنات اس پر اس وقت حملہ کرتے ہیں جب ہم کھانا کھانے کے لیے بیٹھتے ہیں اور ہمارا کھانا وہ خراب کر دیتے ہیں! آپ ﷺ نے اس بچے کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور اس کے لیے دعا فرمائی۔ فوراً ہی اس بچے نے تے کر دی اور اس کے منہ سے کتے کے پلے کی طرح کا ایک چھوٹا سا جانور نکلا اور بھاگ گیا۔“

[مجمع الزوائد (۲/۹) مسند دارمی: مقدمة: کتاب علامات النبوة (۲۰) یہ الفاظ کہ ”..... اس بچے نے تے کر دی اور اس کے منہ سے کتے کے پلے کی طرح کا ایک چھوٹا سا جانور نکلا اور بھاگ گیا.....“ صحیح سند سے ثابت نہیں البتہ نفس واقعہ شواہد کی بنا پر حسن درجے تک پہنچ جاتا ہے۔ اس کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ”عاملوں، کاهنوں، جادو گروں اور جنات کا پوسٹ مارٹم“ از حافظ مبشر حسین لاہوری]

۳۔ حضرت صفیہ بنت حیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ان الشیطان یجری من ابن آدم مبلغ الدم))

”شیطان، آدمؑ کی اولاد (کے جسم) میں خون کی طرح گردش کرتا ہے۔“

[صحیح بخاری: کتاب الأدب: باب التکبیر والتسبیح عند التعجب (۶۲۱۹) ابو داؤد: کتاب السنة: باب فی ذراری المشرکین (۴۷۰۶) ابن ماجہ (۱۷۷۹) احمد (۱۶۵/۳)۔]

شیخ ابن تیمیہؒ سورۃ بقرہ کی مذکورہ آیت (۲۷۵) کے تحت نقل کرتے ہیں کہ: امام احمد بن حنبلؒ کے بیٹے عبداللہ نے ان سے پوچھا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جن انسانی جسم میں داخل نہیں ہوتا تو امام احمد بن حنبلؒ نے جواب دیا کہ بیٹا! لوگ جھوٹ بولتے ہیں، جنات تو انسان کی زبان سے بولتے ہیں۔ [مجموع الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۹ ص ۱۲]

ایک دوسری جگہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ: ائمۃ المسلمین میں سے کوئی بھی اس بات کا منکر نہیں کہ جنات بدن انسانی میں داخل ہو جاتے ہیں۔ جو کوئی اس بات کا انکار کرے اور یہ دعویٰ کرے کہ شریعت اس بات کی تکذیب کرتی ہے تو یقیناً اس شخص نے شریعت پر بہتان باندھا کیونکہ شریعت میں کوئی ایسی دلیل موجود نہیں جو جنات کے بدن انسانی میں دخول کی نفی کرتی ہو۔ [مجموع الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۵۴-۱۵۵]

قاضی عبدالجبار ہمدانیؒ فرماتے ہیں کہ: ”جب جنات کے لیے اجسام لطیفہ تجویز ہو گئے کہ وہ ہوا کی مانند ہیں تو ہمارے اجسام میں ان کا داخل ہونا ناممکن نہیں رہا۔ بلکہ یہ اسی طرح ہے جس طرح ہوا یا سانس بار بار داخل ہوتا ہے۔ اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ ایک ہی قالب میں دو جوہر اکٹھے ہو جائیں کیونکہ وہ بطور پڑوسی کے اکٹھے ہوتے ہیں نہ کہ وہ ایک دوسرے میں حل ہو جاتے ہیں۔ جنات ہمارے اجسام میں ایسے ہی داخل ہوتے ہیں جس طرح ہوا برتن میں داخل ہو جاتی ہے۔“

[اکام المرجان ص ۱۰۸ بحوالہ وقایۃ الانسان (مترجم) ابو حمزہ ظفر اقبال ص ۶۶]

جنات بدن انسانی میں داخل کیوں ہوتے ہیں؟

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اس کی تین بڑی وجوہات بیان فرمائی ہیں جو درج ذیل ہیں:

- ۱۔ انسانوں کو جناتی مرگی بعض اوقات جنات کے عشق و محبت کے سبب ہوتی ہے یعنی کوئی مذکر جن کسی انسان عورت پر یا کوئی مؤنث جن کسی انسان مرد پر عاشق ہو جاتی ہے اور بعض اوقات انسان اور جنات آپس میں شادی کر لیتے ہیں اور اولاد بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ بیشتر علماء کرام نے اس بات کو ذکر کیا ہے اور کئی علماء نے اس نکاح کو ناپسند بھی کیا ہے۔

یاد رہے کہ حافظ ابن قیمؒ نے اپنے استاد ابن تیمیہؒ کے متعلق تحریر کیا ہے کہ میرے استاد نے بتایا کہ ایک دن ایک مرد سے جن نے نکلنے سے انکار کیا تو میں نے اس کی اچھی بھلی مرمت کی، تو اس مار کے دوران ایک جن عورت بولی، میں اس مرد سے محبت کرتی ہوں تو میں نے کہا: یہ مریض تجھ سے نفرت کرتا ہے۔ [ازاد المعاد از ابن قیمؒ ج ۴ ص ۶۲-۶۳]

اس واقعہ کو آگے چل کر ہم تفصیل سے ذکر کریں گے۔ یہاں اس کی طرف اشارہ کرنے کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ بعض اوقات جنات انسان پر عاشق ہو جانے کی وجہ سے ان کے جسم میں داخل ہو کر تکلیف پہنچاتے ہیں۔ (مترجم و مرتب)

۲۔ بعض اوقات جنات، انسان سے نفرت کی وجہ سے یا کسی ظلم کا انتقام لینے کی غرض سے ان کے جسموں میں داخل ہو جاتے ہیں کیونکہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی انسان جنات کے رہنے کی جگہ پر پیشاب کر کے یا گرم پانی ڈال کر یا اس طرح کا کوئی اور عمل کر کے جنات کو تکلیف پہنچا بیٹھتا ہے، اگرچہ انسان کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں ہوتی کہ میرے اس عمل سے کسی جن کو تکلیف پہنچی ہے کیونکہ جنات ہمیں دکھائی تو دیتے نہیں۔ چنانچہ جنات جو ابی کارروائی میں انسان کو تکلیف پہنچانا شروع کر دیتے ہیں بلکہ جنات میں جہالت اور ظلم و سرکشی کا وصف چونکہ بہت زیادہ پایا جاتا ہے، اس لئے جب وہ انسانوں کو سزا دینے لگتے ہیں تو ان کے ایسے غیر ارادی جرم کی جرم سے بھی کہیں زیادہ سزا دے ڈالتے ہیں۔ حتیٰ کہ معمولی زیادتی پر جان سے بھی مار ڈالتے ہیں!

۳۔ بعض اوقات انسانوں کی طرف سے کوئی بھی زیادتی نہیں ہوئی لیکن جنات بلاوجہ تنگ کرنے کی نیت سے انسانوں کے جسم میں داخل ہو جاتے ہیں۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے بعض بے وقوف اور سرکش انسان دوسرے انسانوں کو شرارت طبع کی وجہ سے تنگ کرتے اور اس پر خوش ہوتے ہیں۔

ابن تیمیہؒ مزید فرماتے ہیں کہ: اگر جنات کا ظلم پہلی قسم (یعنی عشق و محبت کی وجہ سے) ہو تو یہ صراحۃً اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ برائیوں میں سے ہے، کیونکہ آپس میں عاشقانہ تعلقات استوار کرنا انسانوں کے لیے بھی حرام ہے، خواہ ایسا باہمی رضامندی کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو اور جب ایسا تعلق فریقِ ثانی کی ناپسندیدگی کی صورت میں ہو، پھر تو یہ اور زیادہ کھلی فحاشی، بے حیائی اور ظلمِ عظیم ہے۔ لہذا اگر عشق و محبت کے چکر میں کوئی جن کسی انسان کو تکلیف پہنچا رہا ہو تو اسے مخاطب کر کے بتایا جائے کہ یہ صریح ظلم ہے، ایسا کرنا قطعی حرام، کبیرہ گناہ، برائی اور زیادتی ہے تاکہ ان جنات کے خلاف جہت قائم

ہو جائے اور وہ جان لیں کہ ان پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مقرر کردہ فیصلے کے مطابق فیصلہ کیا گیا ہے۔

اور اگر جنات اس وجہ سے داخل ہوئے ہیں کہ انسان نے جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے کسی جن کو تکلیف پہنچائی ہے تو پھر جنات کو مخاطب کر کے بتلایا جائے کہ اس بات کا علم اس انسان کو نہیں تھا (کہ تم پر ظلم ہو رہا ہے کیونکہ وہ تمہیں دیکھ نہیں سکتا) اور جو جان بوجھ کر کسی کو تکلیف نہ پہنچائے وہ سزا کا حقدار نہیں اور اگر اس انسان نے وہ کام (جس سے جنات کو تکلیف پہنچی) اپنے گھریا اپنی ملکیت میں کیا ہو تو اس کو وہاں مکمل اختیار ہے، وہ جو چاہے وہاں کر سکتا ہے۔ ان جنات کو یہ بھی بتایا جائے کہ تمہارے لیے کسی انسان کے گھریا اس کی ملکیت میں اس (انسان) کی اجازت کے بغیر رہنا جائز نہیں ہے بلکہ تمہارے لیے رہائش کے طور پر کھنڈرات، غیر آباد مکانات اور صحرا و جنگلات ہیں۔“

[مجموع الفتاویٰ (ج ۱۹ ص ۳۹-۴۰) واضح رہے کہ یہ تینوں اسباب ابن تیمیہ نے ابک دوسری جگہ (جلد ۱۳ صفحہ ۳۷) پر اختصار سے بھی بیان فرماتے ہیں۔]

جنات کا، مال چرا کر انسانوں کو تکلیف دینا:

سرکش جنات کا انسانوں کو ایذا پہنچانے کا پہلا حربہ تو بدن انسانی میں دخول کا تھا جبکہ دوسرا حربہ یہ ہے کہ یہ انسانوں کا مال چوری کر لیتے ہیں۔ جو لوگ اس پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ”جنات تو کوئی چیز اٹھا نہیں سکتے“ ان کا یہ خیال غلط ہے کیونکہ قرآن و سنت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جنات اشیاء کو اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاسکتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمِنَ الْجِنَّةِ مَن يَعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَمَن يَزُغْ مِنْهُم عَنْ أَمْرِنَا نَذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيرِ ۚ يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَّحَارِبٍ وَتَمَائِيلٍ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَّسِيتٍ﴾ [سبا ۱۲-۱۳]

”او اس کے رب کے حکم سے بعض جنات اس کی ماتحتی میں اس کے سامنے کام کرتے تھے اور ان میں سے جو بھی ہمارے حکم سے سرتابی کرے ہم اسے بھڑکتی ہوئی آگ کے

عذاب کا مزہ چکھائیں گے جو کچھ سلیمانؑ چاہتے وہ جنات تیار کر دیتے مثلاً قلعے اور محسے اور حوضوں کے برابر لگن اور چولہوں پر جی ہوئی مضبوط دیکھیں.....“

اسی طرح ایک حدیث میں نبیؐ سے یہ الفاظ ثابت ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((ان عدو الله ابليس جاء بشهاب من نار ليحعله في وجهي))

”تحقیق اللہ کا دشمن، شیطان آگ کا شعلہ لے کر آیا تاکہ وہ اسے میرے چہرے پر گرائے۔“

[صحیح مسلم: کتاب المساجد: باب جواز لعن الشيطان في اثناء الصلاة، والتعوذ منه، وجواز العمل القليل في الصلاة (۱۲۱۱) سنن نسائی: کتاب السهو: باب لعن ابليس والتعوذ بالله منه في الصلاة (۱۶۱۶)]

مذکورہ بالا آیت اور حدیث سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ جنات چیزوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاسکتے ہیں۔ لہذا جب یہ بات ثابت ہو گئی تو پھر جنات کے لیے مال چرانے میں کیا مشکل ہے؟ جنات کا مقصد مال چرانے کا صرف یہی ہوتا ہے کہ انسان کو تنگ کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے وہ ایک چال یہ بھی چلتے ہیں کہ مکمل مال نہیں چراتے صرف کچھ حصہ چرا کر اسے کسی اور جگہ رکھ دیتے ہیں اور انسان اپنے عزیز واقارب کے متعلق بدگمانی کا شکار ہو جاتا ہے بلکہ بعض اوقات اختلاف اور ناچاقی کی فضا بھی اس وجہ سے پیدا ہو جاتی ہے جبکہ شیطان جنات اس سے خوش ہوتے ہیں!

گھروں میں بسیرا کر کے تنگ کرنا:

جنات لوگوں کو اس طریقے سے بھی ایذا پہنچاتے ہیں کہ انسانوں کے گھروں یا قرب وجوار میں سانپوں یا کتوں کی شکل میں بار بار ظاہر ہوتے ہیں تاکہ انسان ان کو دیکھ کر خوف زدہ ہوں اور کئی مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب کوئی انسان زیادہ خوف زدہ ہو جاتا ہے تو جن اس حالت میں اس کے جسم میں داخل ہو کر اس پر مسلط ہو جاتا ہے۔

باب سوم (۳)

جنات نکالنے کی جائز اور ناجائز صورتیں

قرآن و سنت کی رو سے جنات کا وجود، بدنِ انسانی میں ان کا دخول اور ان کی ایذا ہی کی مختلف صورتوں کا بیان گذشتہ سطور میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں، اب مسئلہ یہ ہے کہ انسان ان جنات سے اپنا اور اپنے مال، گھریلو وغیرہ کا تحفظ کس طرح کرے؟

اس باب میں ہم قرآن و سنت اور ائمہ سلف کی تحریروں کی روشنی میں جنات سے تحفظ کے صحیح اور جائز طریقے بیان کریں گے کہ کس طرح جنات سے انسان اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال اور مال و دولت وغیرہ کو محفوظ رکھ سکتا ہے۔ اور اگر بالفرض کسی شخص کے جسم میں جنات داخل ہو کر اس پر مسلط ہو جائیں یا جسم میں داخل ہوئے بغیر اسے تنگ کرنا شروع کر دیں تو اس کا تحفظ اور روحانی علاج کس طرح کیا جائے۔ اس کے علاوہ اس باب میں نام نہاد عاملوں، کاهنوں اور نجومیوں کے طریقہ علاج کی شرعی حیثیت پر بھی روشنی ڈالی جائے گی۔ ان شاء اللہ! (مترجم و مرتب)

کیا بدنِ انسانی سے جن نکالنا جائز ہے؟

جب کسی شخص کے بدن میں جن داخل ہو جائے تو جو شخص شرعی طریقے کے مطابق جن نکالنے کی اہلیت رکھتا ہے اس پر اس مظلوم (جس کے بدن میں جن داخل ہو گیا ہے) کی مدد کرنا فرض ہے۔ گویا جن نکالنا شرعاً جائز ہی نہیں بلکہ بعض صورتوں میں ضروری بھی ہے اور اس میں کوئی قباحت نہیں تاہم یہ بات ضروری ہے کہ جنات نکالنے کے لئے ایسے طریقے اختیار نہ کئے جائیں جو قرآن و سنت کے منافی ہوں۔

شیخ ابن تیمیہؒ اس سلسلہ میں رقمطراز ہیں کہ: مظلوم کو ظلم سے بچانا اور اس کی مدد کرنا جائز بلکہ مستحب اور کبھی تو واجب بھی ہو جاتا ہے۔ حسب طاقت مظلوم کی مدد کرنے

کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ صحیحین میں براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ
اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا..... جن میں 'مظلوم کی
مدد کرنا' بھی شامل ہے۔

[صحیح بخاری: کتاب الاءدب: باب تشمیت العاطس (۶۲۲۲) صحیح مسلم:
کتاب اللباس: باب تحریم استعمال اناء الذهب... (۵۳۸۸) احمد (ج ۴ ص ۲۸۴)]
صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:
(انصر اخاک ظالما او مظلوما، قالوا: یا رسول اللہ ﷺ، هذا نصره مظلوما
، فكيف نصره ظالما؟ فقال: تاخذ فوق یدیه))

[صحیح البخاری: کتاب المظالم۔ باب عن اخاک ظالما او مظلوما (۲۴۴۴) صحیح
مسلم: کتاب البر والصلة۔ باب نصر الاخ ظالما او مظلوما (۶۵۸۲) سنن ترمذی:
کتاب الفتن (۲۲۵۵) احمد (ج ۳ ص ۱۰۹۹)]
”تو اپنے ظالم اور مظلوم بھائی (دونوں کی) مدد کر۔ صحابہ کرامؓ نے کہا: اے اللہ کے
رسول ﷺ! ہم مظلوم کی تو مدد کریں گے (کہ اس سے ظلم کو ختم کیا جائے) لیکن ہم ظالم کی
مدد کیسے کریں؟ آپؐ نے فرمایا: اس کا ہاتھ پکڑ لو“ (یعنی اسے ظلم سے روک لو)
اس حدیث سے مظلوم سے تکلیف دور کرنے کے متعلق ثبوت حاصل ہوتا ہے۔ صحیح
مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا:

((من نفسی عن مؤمن کربة من کرب الدنیا نفس اللہ عنه کربة من کرب
یوم القيامة..... فی عون اخیه))

[صحیح مسلم: کتاب الذکر والدعاء: باب فضل الاجتماع... (۶۸۵۳) سنن ابو
داؤد: کتاب الادب: باب فی المعونة للمسلم (۴۹۳۸) سنن ترمذی: کتاب
البر والصلة: باب ما جاء فی الستر علی المسلمین (۱۹۳۰) سنن ابن ماجہ: المقدمة:
باب فضل العلماء... (۲۲۵) مسند احمد (ج ۲ ص ۲۵۲)]

”جس نے کسی مؤمن بندے سے دنیا کی مصیبتوں میں سے کسی مصیبت کو دور کیا، اللہ
تعالیٰ قیامت کی غیبتوں سے کوئی سختی اس سے دور کرے گا۔ جس نے کسی تنگ دست کے
لیے آسانی کی اللہ تعالیٰ اس کے لیے دنیا اور آخرت میں آسانی پیدا فرمائے گا اور جس
نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس (کے عیبوں کی) پردہ

پوشی فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد میں رہتا ہے جب تک وہ بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے۔“

صحیح مسلم ہی میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ سے ایسے دم کے بارے میں سوال کیا گیا جو شرعاً جائز ہو، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”من استطاع منكم ان ينفع اخاه فليفعل.....“

[صحیح مسلم: کتاب السلام۔ باب استحباب الرقية من العين والتملة والحمة والنظرة (۵۷۲۹) مسند احمد (ج ۳ ص ۳۰۲، ۳۲۴، ۳۸۲، ۳۹۳)]

”تم میں سے جو کوئی طاقت رکھتا ہے کہ اپنے بھائی کو فائدہ پہنچائے تو وہ اسے ضرور فائدہ پہنچائے۔“

لیکن یہ فائدہ اور مدد اس طریقے سے کرے جس کا ثبوت اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے ملتا ہو۔ [مجموع الفتاویٰ ج ۱۹ ص ۴۹، ۵۰]

جنات نکالنا افضل اعمال میں سے ہے!

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے کسی نے سوال کیا: ”کیا جنات نکالنا شرعاً جائز ہے؟“
تو شیخ ابن تیمیہؒ نے جواب دیا: یہ تو افضل اعمال میں سے ہے اور جنات نکالنا انبیاء اور نیک لوگوں کا طریقہ ہے۔ انبیاء کرام اور نیک لوگ ہمیشہ انسانوں سے سرکش جنات کو اس طریقے سے دور کرتے تھے جس (طرح دور کرنے) کا حکم اللہ نے دیا تھا۔ امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی کتاب ’مسند احمد‘ میں اور امام ابو داؤد نے اپنی کتاب ’سنن ابی داؤد‘ میں مطرب بن عبد الرحمن سے روایت لی ہے۔ مطرب کہتے ہیں کہ مجھے ام ابان بنت الوازع بن زراع بن عامر العبدی نے اپنے باپ وازع سے حدیث بیان کی کہ ان (ام ابان) کا دادا زراع رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا تو زراع کے ساتھ اس کا آسیب زدہ بیٹا یا بھانجا بھی تھا۔ میرے دادا نے کہا: جب ہم نبی اکرم ﷺ کے پاس پہنچے تو میں نے کہا: میرا بیٹا یا بھانجا آسمب زدہ ہے، میں اسے آپ ﷺ کے پاس اس لیے لایا ہوں کہ آپ ﷺ (اس کی شفا یابی کے لیے) اللہ سے دعا کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے

میرے قریب کرو اور اس کی پشت میری جانب کر دو۔ زراعت نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ اس کی پشت پر مارنے لگے یہاں تک کہ میں نے آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی، اس وقت آپ ﷺ فرما رہے تھے: اللہ کے دشمن نکل! اللہ کے دشمن نکل!..... [مجمع الزوائد (۳/۹) بحوالہ مجموع الفتاویٰ ج ۱۹ ص ۵۶-۵۷]

آنحضرت ﷺ سے جنات نکالنے کا ثبوت!

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے کئی احادیث ایسی ذکر کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ بھی جن نکالا کرتے تھے۔ ہم ان احادیث کو ذیل میں ذکر کر رہے ہیں۔

۱۔ ایک شخص (حضرت زراعت) نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور کہا: میرا بیٹا یا بھانجا مجنون (یعنی آسیب زدہ/جنات کا شکار) ہے (راوی کو شک ہے کہ وہ لڑکا زراعت کا بیٹا تھا یا بھانجا) میں اسے آپ کے پاس اس لیے لایا ہوں کہ آپ (اس کی شفایابی کے لیے) اللہ سے دعا کریں! آپ ﷺ نے فرمایا: اسے میرے قریب کرو اور اس کی پشت میری جانب کر دو۔ حضرت زراعت نے کہا: پھر نبی اکرم ﷺ اس کی پشت پر مارنے لگے یہاں تک کہ میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی اور آپ اس وقت یہ فرما رہے تھے۔ ”اخرج عدو الله..... اللہ کے دشمن نکل جا! اللہ کے دشمن نکل جا!..... حتی کہ وہ لڑکا بالکل صحیح و تندرست شخص کی طرح دیکھنے لگا، حالانکہ اس طرح وہ پہلے نہیں دیکھتا تھا..... لیکن آپ ﷺ کی اس دعا (دم اور علاج) کے بعد اس وفد میں ہر شخص اس لڑکے کو اپنے سے بہتر سمجھنے لگا۔

۲۔ امام احمد نے مسند احمد میں یعلیٰ بن مرة سے حدیث نقل کی ہے کہ یعلیٰ بن مرة نے فرمایا: میں نے اللہ کے رسول ﷺ کی معیت میں تین ایسی چیزیں دیکھی ہیں جن کو مجھ سے پہلے بھی کسی نے نہیں دیکھا اور میرے بعد بھی کسی نے نہیں دیکھا۔ میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک سفر میں نکلا۔ ہم ایک ایسی عورت کے پاس سے گزرے جس کے ہمراہ اس کا بیٹا تھا تو اس عورت نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے اس بیٹے کو مصیبت پہنچی ہے جس کی وجہ سے ہم پریشان ہیں اسے ایک ہی دن میں جنات اتنی مرتبہ اذیت سے دوچار کرتے ہیں کہ ہم اسے شمار نہیں کر سکتے.....! آپ

ﷺ نے بچے کو پکڑ کر اس کا منہ کھولا اور تین مرتبہ پھونک ماری اور فرمایا ”بسم اللہ انا عبد اللہ و اخساء عدو اللہ ر اللہ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں، میں اللہ کا بندہ ہوں، اے اللہ کے دشمن! ذلیل و خوار ہو جا“..... پھر آپ ﷺ نے وہ بچہ اس عورت کے سپرد کر دیا..... بعد میں اس عورت نے آپ ﷺ سے کہا کہ اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا، ابھی تک ہمیں (یعنی ہمارے بچے کو) اس سے کوئی تکلیف نہیں پہنچی.....“

[مسند احمد (ج ۴ ص ۱۷۰-۱۷۳) دلائل النبوة للبيهقي (۱۸/۶-۱۹) المجموع الكبير للطبراني (۸۳۴۷) مصنف ابن ابی شیبہ (۴۸۸/۱)]

۳۔ یعلیٰ بن مرہؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ”ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بچہ لائی جسے جناتی اثرات تھے۔ آپ ﷺ نے اس کے لیے دعا کی تو وہ ٹھیک ہو گیا۔ اس عورت نے ہدیے کے طور پر دودھ بنے، گھی اور پنیر پیش کیا، آپ ﷺ نے خادم کو کہا کہ ایک دنبہ رکھ لو اور باقی چیزیں انہیں واپس لوٹا دو۔“

[احمد (ج ۴ ص ۱۷۰-۱۷۲) مجمع الزوائد (۴/۹) دلائل النبوة للبيهقي ج (۱۸/۶)]

۴۔ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: عبدالرزاق نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں ہم کو معمر نے عطاء بن سائب سے بیان کیا عطاء بن سائب نے عبد اللہ بن حفص سے، عبد اللہ بن حفص نے یعلیٰ بن مرہ الثقفیؓ سے روایت کیا: وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تین چیزیں دیکھیں..... (پھر پوری حدیث بیان کی اور اس میں یہ بھی کہا کہ) پھر ہم ایک جشمے کے پاس سے گزرے تو وہاں پر ایک عورت اپنے جنموں بچے کو لے کر آئی تو نبی اکرم ﷺ نے اس کے نتھنے سے پکڑا اور کہا:

”اخرج انی محمد رسول اللہ“ [مسند احمد ج ۴ ص ۱۷۳]

”(اے اللہ کے دشمن!) نکل جا بیشک میں اللہ کا رسول ہوں.....“

اس عورت نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ ہم نے آپ کے بعد (یعنی آپ کے دم کرنے کے بعد) اس بچے میں پھر کبھی کچھ عیب نہیں دیکھا۔ [مجموع الفتاویٰ ج ۱۹ ص ۵۷-۵۹]

شیخ ابن تیمیہؒ بھی جن نکالا کرتے تھے.....!

بقیہ السلف شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ بھی جن نکالا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں حافظ ابن قیمؒ رقمطراز ہیں کہ

بعض اوقات میرے استاذ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ جنات سے متاثر (مریض) شخص کی طرف اپنا کوئی نمائندہ بھیجتے جو مریض کے جسم میں موجود جن سے مخاطب ہو کر کہتا کہ شیخ الاسلام نے پیغام بھیجا ہے کہ اس جسم سے نکل جا (کیونکہ اس جسم میں داخل ہو کر اس مریض کو تنگ کرنا تمہارے لیے جائز نہیں تو) وہ جن صرف اتنا ہی پیغام سن کر بھاگ جاتا اور مریض کو آفاقہ ہو جاتا۔ تاہم بعض اوقات شیخ الاسلام جنات سے خود مخاطب ہوتے اور اگر جن زیادہ ہی سرکش ہوتا تو شیخ اسے مارتے اور جب مریض کے ہوش و حواس قائم ہوتے تو اسے مارنے پینے کی بالکل خبر نہ ہوتی اور نہ ہی وہ کسی درد کی شکایت کرتا۔ (اور نہ ہی اس کے جسم پر مار پیٹ کا کوئی نشان باقی ہوتا) اور ایسا بے شمار مرتبہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے..... شیخ الاسلام اکثر و بیشتر ایسے مریض کے کان میں یہ آیت پڑھتے:

﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ﴾ [المؤمنون ۱۱۵]

”کیا تمہارا خیال ہے کہ ہم نے تمہیں فضول پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف (یعنی اللہ کی طرف) نہیں لوٹائے جاؤ گے!“

..... حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ مجھے میرے استاذ شیخ الاسلامؒ نے بتایا کہ انہوں نے آسیب زدہ شخص (مریض) کے کان میں یہ آیت پڑھی تو جن نے اپنی آواز کو خوب کھینچ کر (زور سے) کہا:

ہاں! (ہم اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے)

شیخ نے بتایا کہ یہ دیکھ کر میں نے لاشی اٹھالی اور مریض کی گردن کی رگوں پر اتنی دیر

تک مارا کہ میرے ہاتھ تھک گئے اور حاضرین مجلس کو یقین ہو گیا کہ اس مار کے نتیجے میں مریض مر جائے گا۔ مارنے کے دوران اس کے جسم سے ایک جن عورت بولی کہ ”میں اس مریض سے محبت کرتی ہوں۔“

میں نے جواب دیا کہ ”یہ مریض تم سے نفرت کرتا ہے۔“
اس جن (عورت) نے کہا: ”میں چاہتی ہوں کہ اس کے ہمراہ میں حج کروں۔“
میں نے اسے بتایا کہ ”یہ تمہارے ساتھ حج نہیں کرنا چاہتا۔“
پھر جن عورت نے کہا: ”میں آپ کی بزرگی کے پیش نظر اسے چھوڑتی ہوں۔“
شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا:

”نہیں! بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم مانتے ہوئے اسے چھوڑ دو۔“
وہ بولی: ”اچھا ٹھیک ہے۔۔۔۔“

پھر وہ مریض اٹھ کر بیٹھ گیا اور حیران ہو کر کہنے لگا:
شیخ صاحب کیوں آئے ہیں اور یہ لاٹھی وغیرہ سب کچھ کیا ہے؟..... میں نے تو کوئی گناہ نہیں کیا، مجھے کیوں مارنے لگے ہو؟ حالانکہ اس مریض کو علم ہی نہ تھا کہ اسے تو فی الواقع مار پڑ چکی ہے!“ [زاد المعاد، لابن قیمؒ ج ۴ ص ۶۲]

جنات سے اشیاء محفوظ رکھنے کا طریقہ!

پچھلے باب میں ہم نے بیان کیا تھا کہ جنات انسان کو تنگ کرنے کے لئے کبھی کبھار ان کا مال چرا لیتے ہیں۔ کئی لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنا مال ایسی جگہ پر رکھا تھا جہاں ہمارے سوا اسے کوئی نہیں جانتا تھا لیکن معلوم نہیں کہ وہاں سے کون اٹھا کر لے گیا ہے! اگرچہ کوئی چور بھی ایسا کرتا ہے البتہ بعض اوقات تو سرکش جنات بھی ایسا کرتے ہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ ان جنات سے انسان اپنے مال یا دوسری اشیاء (غلہ وغیرہ) کیسے محفوظ رکھے؟ تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس مال کو ”بسم اللہ“ پڑھ

کر کسی چیز سے ڈھانپ دیا جائے یا اگر کسی دراز، خانے وغیرہ میں کوئی چیز رکھی ہو تو اسے بند کرتے وقت ”بسم اللہ“ کہہ کر بند کر دیا جائے، کیونکہ جنات بسم اللہ پڑھ کر ڈھانپی ہوئی چیز کو نگاہ نہیں کر سکتے اور بسم اللہ پڑھ کر بند کیے گئے دروازے کو کھول نہیں سکتے۔

[صحیح مسلم: کتاب الأثریة: باب آداب الطعام والشراب..... حدیث (۵۲۶۲)]

جنات بھگانے کے جائز طریقے

جنات اگر بدن انسانی میں داخل ہو جائیں تو انہیں نکالنا جائز ہے۔ اس کے کچھ تو جائز طریقے وہ ہیں جو ائمہ سلف سے بھی ثابت ہیں اور کچھ ناجائز طریقے ہیں جن سے بہر ضرورت اجتناب کرنا چاہیے۔ آئندہ سطور میں ہم وہ جائز طریقے بیان کریں گے جن کو بروئے کار لا کر جنات بھگائے جاسکتے ہیں۔

دم جھاڑ کے ذریعے

معالج قرآن مجید کی مختلف آیات اور اذکار مسنونہ کے ذریعے مریض پر دم کر کے جنات کو بھگا سکتا ہے۔ جیسا کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: جن اگر چہ غفریت (سب سے سرکش) قسم سے کیوں نہ ہو، وہ درحقیقت کمزور ہی ہے۔ آپ (معالج) اسے نقصان پہنچا سکتے ہیں، اس کا علاج تعویذات مثلاً آیت الکرسی، معوذات، مسنون دعائیں اور وہ دعائیں پڑھ کر کیا جائے، جن سے ایمان مضبوط ہوتا ہے اور ان کے ساتھ ان گناہوں سے بھی بچا جائے جن کی وجہ سے سرکش جنات انسان کے بدن میں داخل ہوتے ہیں۔ ایسا کرنے والا شخص (معالج) مجاہد فی سبیل اللہ کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ جہاد اکبر کی طرح ہے اور معالج کو چاہیے کہ وہ خود بھی گناہ کے کاموں سے دور رہے۔ علاج کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ معالج آیت الکرسی پڑھے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، آپؐ فرماتے ہیں کہ

”رسول اللہ ﷺ نے مجھے ماہ رمضان کی زکاۃ (صدقاتِ فطرانہ وغیرہ) کی حفاظت پر مامور کیا۔ (ایک رات میں پہرہ دے رہا تھا کہ) ایک شخص آیا اور (اپنے تھیلے میں) غلہ بھرنے لگا، میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا: خدا کی قسم! میں تجھے اللہ کے رسول ﷺ کے پاس لے کر جاؤں گا۔ وہ کہنے لگا کہ میں محتاج ہوں، میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اور میں بہت زیادہ حاجت مند ہوں۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا: اے ابو ہریرہؓ! گزشتہ رات تیرے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اس نے سخت حاجت اور عیال داری کی شکایت کی، مجھے اس پر رحم آ گیا لہذا میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپؐ نے فرمایا:

”اما انه قد کذب و سيعود ر کہ اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے، وہ دوبارہ آئے گا“ مجھے یقین ہو گیا کہ وہ دوبارہ آئے گا۔ کیونکہ آپؐ نے اس کے آنے کے متعلق فرمادیا تھا لہذا میں اس کی تاک میں (گھات لگا کر) بیٹھ گیا۔ وہ آیا اور غلہ (اپنے تھیلے میں) ڈالنے لگا، میں نے اسے پھر پکڑ لیا اور کہا: اب تو میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کروں گا۔ اس نے کہا: ”مجھے چھوڑ دو، میں محتاج ہوں، عیال دار (بچوں والا) ہوں اور میں اب نہیں آؤں گا۔“ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اب کی بار مجھے پھر اس پر رحم آ گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔

جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابو ہریرہؓ! تمہارے قیدی نے کیا کہا تھا؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اس نے بہت زیادہ حاجت مندی کی شکایت کی اور یہ کہا کہ بچوں کی ذمہ داری بھی پوری کرنی ہے، تو مجھے اس پر رحم آ گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپؐ نے فرمایا: ”اس نے جھوٹ بولا ہے وہ پھر آئے گا۔“

چنانچہ میں نے تیسری رات بھی گھات لگائی (اور وہ واقعی آیا) اور غلہ (اپنے تھیلے میں) ڈالنا شروع ہو گیا، میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا: اب تو میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کے سامنے

لازمائش کروں گا! اب تو تین مرتبہ ہو چکا ہے تم یہ کہہ کر چھوٹ جاتے ہو کہ اب نہیں آؤں گا اور پھر آ جاتے ہو!

اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو، اس کے بدلہ میں تمہیں ایسے کلمات سکھاتا ہوں جس کی بدولت اللہ تعالیٰ تمہیں نفع پہنچائے گا۔ میں نے پوچھا: وہ کون سے کلمات ہیں؟ اس نے کہا: جب تم اپنے بستر پر (سونے کی غرض سے) جادو تو یہ آیت (آیہ الکرسی) پڑھو۔ ”اللہ لا الہ الاہو الحی القیوم..... پوری آیت آخر تک“ یہ پڑھنے سے تمہارے لئے اللہ کی طرف سے ایک پہریدار (محافظ) آ جائے گا اور صبح ہونے تک شیطان تمہارے قریب بھی نہیں پھسکے گا۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے اسے چھوڑ دیا، جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے قیدی نے کیا کہا؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اس نے مجھ سے کہا کہ میں تمہیں ایسے کلمات سکھاتا ہوں جن کی بدولت اللہ تمہیں نفع پہنچائے گا۔ آپؐ نے فرمایا: وہ کون سے کلمات ہیں؟ (ابو ہریرہؓ نے وہ بتائے تو) نبی اکرمؐ نے فرمایا: اس نے تم سے سچ کہا ہے جبکہ خود وہ پرلے درجے کا جھوٹا ہے۔ اے ابو ہریرہؓ! کیا تو جانتا ہے کہ تین راتوں سے تم کس سے باتیں کرتے رہے ہو؟ میں نے کہا: نہیں! تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ شیطان تھا۔ (جس سے تم یہ باتیں کرتے رہے ہو!)“

[صحیح البخاری: کتاب الوکالۃ: باب اذا وکل رجلا فترک الوکیل۔۔۔ (۲۳۱۱)]

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ساتھ

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: اکثر اوقات جنات بدن انسانی میں نفرت اور انتقام لینے کی غرض سے داخل ہو جاتے ہیں کیونکہ جنات خیال کرتے ہیں کہ فلاں انسان نے پیشاپ کر کے یا گرم پانی گرا کر انہیں ایذا پہنچائی ہے حالانکہ انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا (کہ جس جگہ اس نے پیشاپ کیا ہے یا گرم پانی گرایا ہے وہاں پہلے سے کوئی جن موجود تھا کیونکہ جنات تو انسانوں کو نظر نہیں آتے)..... جب ایسا معاملہ ہو جائے کہ انسان کے علم میں یہ بات نہ ہو کہ اس کی وجہ سے کسی جن کو ایذا پہنچی

ہے، تو وہ (معالج) جنات کو مخاطب کر کے بتلائے کہ اس بات کا علم اس انسان کو نہیں تھا (کہ تم پر ظلم ہو رہا ہے کیونکہ وہ تمہیں دیکھ نہیں سکتا) اور جو عدا کسی کو تکلیف نہ پہنچائے وہ سزا کا حقدار نہیں ہوتا اور اگر اس انسان نے وہ کام اپنے گھریا اپنی ملکیت میں کیا ہو تو پھر اس کو تصرف کا مکمل اختیار ہے، اپنی ملکیت میں وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ اور معالج جنات کو یہ بھی بتائے کہ تمہارے لیے انسان کے گھریا اس کی ملکیت میں ان کی اجازت کے بغیر رہنا جائز نہیں ہے بلکہ تمہاری رہائش کے لیے کھنڈرات، غیر آباد مکانات صحراء اور جنگلات ہیں“ [مجموع الفتاویٰ ج ۱۹ ص ۴۰]

ایک دوسری جگہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: جنات جب انسان پر زیادتی کریں (مثلاً انسان کے بدن میں داخل ہو جائیں یا کسی اور طریقے سے ایذا پہنچائیں) تو انہیں اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے باخبر کر دینا چاہیے تاکہ ان پر حجت قائم ہو جائے، انہیں نیکی کا حکم دیا جائے اور برائی سے روکا جائے، اور انہیں اس طرح تبلیغ کی جائے جس طرح انسانوں کو کی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا كُنَّا بِمُعْذِيبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا﴾ [سورۃ اسراء: ۱۵]

”اور ہماری سنت نہیں کہ رسول بھیجنے سے پہلے ہی عذاب دیئے لگیں۔“

ایک دوسری جگہ فرمایا:

﴿يَا مُغْشَرَ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمُ الْإِنشَاءَ وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا﴾ [الانعام: ۱۳۰]

”اے جنات اور انسانوں کی جماعت! کیا تمہارے پاس تم میں سے ہی پیغمبر نہیں آئے تھے جو تم سے میرے احکام بیان کرتے اور تم کو اس آج کے دن کی خبر دیتے؟“ [مجموع

الفتاویٰ ج ۱۹ ص ۴۳]

مار پیٹ اور زبردستی کے ساتھ

جب جنات پر حجت قائم کر دی جائے اور اس کے بعد بھی وہ بدن انسانی سے نکلنے سے انکار کر دیں تو مریض کے بدن پر ضربیں لگائی جائیں کیونکہ ان کی تکلیف مریض کو

نہیں بلکہ اس کے جسم میں موجود جن کو ہوتی ہے جیسا کہ امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

جناتی مرگی والے شخص کو ٹھیک کرنے کے لیے اور جنات کو بھگانے کے لیے مارنے کی ضرورت پیش آتی ہے اور اس ضرب کا احساس اس مریض کو نہیں ہوتا بلکہ اس کے جسم میں داخل جن کو اس کی تکلیف پہنچتی ہے۔ جب مریض صحت یاب ہوتا ہے تو وہ خود بتلاتا ہے کہ اسے تو کوئی ضرب محسوس نہیں ہوئی اور اس کے جسم پر بھی کسی مٹم کا کوئی نشان باقی نہیں رہتا۔ بعض اوقات مریض کے دونوں پاؤں پر کم و بیش تین چار سوزیں اتنی زور سے لگائی جاتی ہیں کہ اگر وہ ضربیں کسی صحیح انسان کو لگائی جائیں تو وہ مرجائے لیکن مریض شخص کو اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا کیونکہ ان ضربوں کی تکلیف 'جن' کو ہو رہی ہوتی ہے، وہ جن چیختا چلاتا ہے اور حاضرین مجلس کی منت سماجت کرتا ہے اور اول فول بکنا رہتا ہے۔ [مجموع الفتاویٰ ج ۱۹ ص ۶۰]

ابن قیمؒ اپنے استاد شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے متعلق رقم راز ہیں کہ

”بعض اوقات میرے استاد اپنے کسی شاگرد کو مریض کے علاج اور جنات سے ہم کلامی کے لیے بھیجتے وہ وہاں جا کر کہتا کہ میرے استاد نے تجھے یہاں سے چلے جانے کا حکم دیا ہے۔ اتنا کہنے سے ہی مریض کو افاقہ ہو جاتا (اور اسے مارنے پٹنے کی بالکل ضرورت ہی پیش نہ آتی) اور کبھی کبھار شیخ الاسلام خود جنات سے مخاطب ہوتے اور اگر جن زیادہ سرکش ہوتا تو شیخ اسے مارتے اور جب مریض کے ہوش و حواس قائم ہوتے تو اس کے جسم پر مار کا نشان یا تکلیف بالکل نہیں ہوتی تھی اور ایسا بے شمار مرتبہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے..... [زاد المعاد ج ۴ ص ۶۲، ۶۳]

پانی میں قرآنی آیات بھگو کر پلانا.....؟

مذکورہ بالا تین طریقوں کے علاوہ ائمہ سلف سے ایک طریقہ یہ بھی منقول ہے کہ قرآنی آیات کو کسی برتن میں لکھ کر یا کاغذ پر لکھ کر اسے پانی میں بھگوایا جائے اور پھر اس

پانی سے کچھ پانی مریض کو پلایا جائے اور کچھ اس کے جسم پر چھڑک دیا جائے۔ اس عمل کی دلیل کے طور پر یہ قرآنی آیت پیش کی جاتی ہے:

﴿وَنَزَّلْنَا مِنَ الْقُرْآنِ مَاهُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ﴾ [بنی اسرائیل ۸۲]

”یہ قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں مومنوں کے لیے تو سراسر شفا اور رحمت ہے۔“

یہ آیت قرآنی قرآن کے شفاء ہونے پر عام ہے۔ اسی طرح حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((عليكم بالشفائين: العسل والقرآن))

[سنن ابن ماجہ: کتاب الطب: باب العسل: حدیث (۳۴۵۲) ضعیف]

”دو شفا دینے والی چیزوں کو تھام رکھو (یعنی ان سے علاج کرو) شہد اور قرآن کریم۔“

نیز علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((خير الدواء القرآن))

”(بیماریوں کی) بہترین دوا (علاج) قرآن کریم ہے۔“

[ابن ماجہ: کتاب الطب: باب الاستشفاء بالقرآن: حدیث نمبر (۳۵۰۱) ضعیف]

اس مسئلہ میں امام ابن تیمیہؒ رقمطراز ہیں کہ: قرآن مجید کی آیات کو مریض کے لیے پاک روشنائی سے لکھ کر دینا جائز ہے تاکہ مذکورہ مریض اس پانی سے نہائے اور اسے پئے جیسا کہ امام احمد بن حنبلؒ اور دیگر علمائے کرام نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے۔ عبد اللہ بن احمد فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد محترم کے سامنے ابن عباسؓ کی سند سے حدیث روایت کی کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں: جب کسی عورت کی ولادت مشکل ہو جائے تو معالج اس کے لیے یہ لکھے:

بِسْمِ اللَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿كَانَتْهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبِسُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا﴾
﴿كَانَتْهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبِسُوا إِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ بَلَّغَ فُهْلُ يُهْلِكُ إِلَّا
الْقَوْمَ الْفَاسِقُونَ﴾

عبداللہ بن احمد نے فرمایا: میرے والد (یعنی امام احمد بن حنبلؒ) نے فرمایا: ہم کو اسود بن عامر نے اپنی سند سے اس معنی کی حدیث روایت کی اور یہ بھی کہا کہ مذکورہ بالا بیان کردہ دم صاف برتن میں لکھا جائے پھر (اس میں پانی ڈال کر) اسے پیا جائے۔ میرے والد نے یہ بھی فرمایا کہ اس سند میں وکج نے اس بات کا اضافہ کیا ہے کہ (وہ مریض) عورت اسے پیے اور اپنے بدن پر اس پانی کے چھینے بھی مارے۔ عبداللہ بن احمد فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد محترم کو دیکھا ہے کہ آپ ایسی عورت کے لیے کسی پیالے یا صاف برتن میں یہ

آیات (جو اوپر بیان ہوئی ہیں) لکھ دیتے تھے۔ [مجموع الفتاویٰ ج ۱۹: ص ۶۳]

اس مسئلہ میں حافظ ابن قیمؒ رقمطراز ہیں کہ: ائمہ سلف سے ایک جماعت کا یہ موقف ہے کہ قرآنی آیات لکھ کر (پھر انہیں بھگو کر) مریض کو پینے کے لیے دی جائیں۔ نیز مجاہدؒ فرماتے ہیں: اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ قرآن لکھ کر اسے بھگو کر مریض کو پلایا جائے، اسی طرح کی بات ابو قلابہ سے بھی ثابت ہے۔ [زاد المعاد ج ۴ ص ۱۵۷]

قرآنی آیات لکھ کر پانی میں بھگو نے اور پھر اس پانی کو پینے اور غسل کے لیے استعمال کرنے کے حوالہ سے بعض اہل علم تردد کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کے بقول اول تو وہ تمام روایات جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ائمہ سلف نے ایسا کیا ہے، سند اعلیٰ نظر ہیں اور اگر بالفرض انہیں صحیح بھی مان لیا جائے تو تب بھی قرآنی آیات وغیرہ کی بے ادبی کے پیش نظر اس سے اجتناب ہی مبنی بر احتیاط ہے۔ خود راقم کے خیال میں اس طرح آیات لکھ کر مریض کو پلانے اور غسل کرنے کی بجائے پانی پر دم کر دیا جائے۔ پھر اس پانی کو مریض پیتا بھی رہے اور چاہے تو غسل کے لیے بھی استعمال کر لے اور یہی پہلو مبنی بر احتیاط دکھائی دیتا ہے۔ (مترجم و مرتب)

جنات نکالنے کے ناجائز اور غیر مشروع طریقے

(۱) شرکیہ کلمات پر مبنی دم جھاڑ کے ذریعے

شرکیہ کلمات سے دم کرنا ہرگز جائز نہیں کیونکہ شرک کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونُ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ ”یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کیے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے۔“ (سورۃ النساء، ۴۸، ۱۱۶)

دم درود کے بارے میں ایک حدیث میں ہے کہ

”لا باس بالرقی ما لم تکن شرکا“

[صحیح مسلم: کتاب السلام: باب لا باس بالرقی.... (۵۷۳۲) ابو داؤد: کتاب الطب: باب ماجاء فی الرقی (۳۸۸۲) سلسلۃ الصحیحہ (۱۰۶۶)]

”دم کرنے میں کچھ حرج نہیں جب تک اس میں شرک (شرکیہ کلمات) نہ ہو۔“

اس حدیث کے تحت امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: آنحضرت ﷺ نے شرک دم سے منع فرمایا ہے، اس ممانعت میں جنات سے پناہ طلب کرنا بھی شامل ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِنَ الْجِنِّ فَزَادَهُمْ هَفًا﴾ (الجن ۶)

”بات یہ ہے کہ چند انسان بعض جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے جس سے جنات اپنی سرکشی میں اور برہ گئے۔“

اسی وجہ سے علماء کرام نے علاج کے سلسلہ میں ایسے تمام دموں اور منتروں کو ناجائز قرار دیا ہے جنہیں بعض لوگ آسیب زدہ شخص کی صحت یا بی کے لیے بروئے کار لاتے ہیں جبکہ وہ منتر شرکیہ کلمات پر مبنی ہوتے ہیں۔ [مجموع الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۲۸]

ایک دوسری جگہ شیخ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: مسلمانوں کے مابین حرام ادویات مثلاً

مردار اور خنزیر سے تیار شدہ ادویات سے مجنون شخص کا علاج کرنے میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن کفریہ اور شرکیہ کلمات سے مجنون شخص کے علاج کرنے کی حرمت پر سب کا اتفاق ہے۔ کیونکہ ایسے کلمات ہر حال میں حرام ہیں۔ شرکیہ کلمات سے دم کرنا کروانا مجبوری کے وقت کفریہ کلمات کے جواز کی طرح نہیں ہے۔ [مجموع الفتاویٰ

ج ۱۹ ص ۶۱]

(۲) مبہم الفاظ پر مشتمل دم جھاڑ

جس طرح شرکیہ کلمات سے دم کرنا جائز نہیں بالکل اسی طرح ایسے الفاظ سے دم کرنا بھی جائز نہیں جو مبہم ہوں اور ان کا مفہوم انسان کی سمجھ سے بالاتر ہو۔ اس سلسلہ میں شیخ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: اگر دم میں غلط اور ناجائز کلمات ہوں مثال کے طور پر ایسے کلمات جن سے شرک کی بو آتی ہو یا ایسے کلمات ہوں جن کا معنی سمجھ سے بالاتر ہو اور اس بات کا اندیشہ ہو کہ یہ کلمات کفریہ معنی پر مشتمل ہو گئے تو کسی بھی معالج کے لیے جائز نہیں کہ وہ ایسے کلمات سے دم کرے۔ اگرچہ ان وظائف کے ذریعے جنات بدن انسانی سے نکل سکتے ہوں مگر پھر بھی ان سے استفادہ حرام ہے کیونکہ جس کام کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے تو لامحالہ اس کا نقصان اس کے (عارضی) فائدے سے زیادہ ہی ہے۔ [مجموع الفتاویٰ ج ۲۴ ص ۱۵۵]

ایک دوسری جگہ ابن تیمیہؒ نے فرمایا: علماء کرام نے ان تمام قسم کے دموں سے منع فرمایا ہے جن کا مفہوم سمجھ سے بالاتر ہو اور وجہ ممانعت یہ بیان کی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ ایسے وظائف و اوزار، شرکیہ کلمات پر مشتمل ہوں۔ [مجموع الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۲۸]

(۳) جنات نکلوانے کے لیے کاہنوں کی خدمات حاصل کرنا

اس موضوع پر تفصیلات سے پہلے ضروری ہے کہ کاہنوں کا مختصر سا تعارف کروادیا جائے کہ کاہن کسے کہتے ہیں؟ اور کیا آج کے دور میں بھی کاہن موجود ہیں؟ (مترجم)

لسان العرب میں ہے کہ ”کاہن وہ شخص ہے جو مستقبل کی خبریں بتائے اور غیب دانی کا

دعویدار ہو۔“ [ج: ۱۳، ص: ۳۶۳، بذیل مادہ ”کھن“]

صاحب نہایہ فرماتے ہیں: ”کاہن وہ شخص ہے جو مستقبل کے حوالہ سے کائنات میں رونما ہونے والے حوادث کی خبر دے اور مخفی باتوں کو جاننے کا دعویٰ کرے۔“ [النهاية

فی غریب الحدیث: بذیل مادہ ”کھن“ نیز دیکھئے لسان العرب (۳۶۳/۱۳)]

امام نوویؒ عرفات، بدفالی، بدشگونی اور علم نجوم وغیرہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ”یہ تمام قسمیں کہانت، کہلاتی ہیں اور شریعت نے ان تمام چیزوں کی ممانعت کی ہے اور اس طرح کا دھندا کرنے والوں کی تصدیق کرنے اور ان کے پاس جانے سے منع فرمایا ہے۔“ [شرح مسلم للنووی، بذیل حدیث (۴۴۳)]

دور حاضر میں بھی کہانت کا پیشہ بڑا مقبول اور جاہل عوام میں بڑا معروف ہے۔ اس دور میں ان کاہنوں نے اپنے آپ کو کاہن لکھنے کی بجائے.... عامل، نجومی، باوا، پروفیسر.... وغیرہ جیسے القابات سے متعارف کروا رکھا ہے حالانکہ ان سب کے کام کاہنوں والے ہی ہیں۔ گویا نام کا فرق ہے کام وہی ہے۔

ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ نے کاہنوں کے پاس جانے سے منع فرمایا ہے۔ کچھ علماء کے نزدیک نجومی بھی کاہن میں شامل ہے۔ اہل عرب نے بھی ایسے ہی بیان کیا ہے۔ [مجموع الفتاویٰ ج: ۳۵، ص: ۱۱۷]

نیز فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص کاہنوں کی تعظیم یا ان کی تصدیق کی نیت سے ان سے جنات کے متعلق سوال کرے تو یہ حرام ہے۔ جیسا کہ معاویہ بن حکم سلمیٰ سے روایت ہے میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ!

((أُمُورًا كُنَّا نَصْنَعُهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، كُنَّا نَأْتِي الْكُهَانَ، قَالَ: فَلَا تَأْتُوا الْكُهَانَ))

”اے اللہ کے رسول ﷺ! دور جاہلیت میں ہم کئی کام کیا کرتے تھے (جن میں سے ایک

یہ تھا کہ ہم کاہنوں کے پاس جایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا (اب) کاہنوں کے پاس نہ جایا کرو۔“

[صحیح مسلم: کتاب السلام: باب تحریم الکھانۃ واتیان لکھان: حدیث (۵۸۱۳) مسند احمد (ج: ۳ ص: ۴۴۳/ج: ۵ ص: ۴۴۷، ۴۴۹)]

صحیح مسلم ہی میں آنحضرت ﷺ کی زوجہ مطہرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”من اتی عرافا فسأله عن شيء لم تقبل له صلاة اربعین یوما“

[صحیح مسلم: کتاب السلام: باب تحریم الکھانۃ واتیان لکھان (۵۸۲۱) مسند احمد (ج: ۲ ص: ۳۲۹، ج: ۴ ص: ۶۸)]

”جو کوئی عراف (خبریں بتانے والے) کے پاس آیا اور اس سے کسی چیز کے متعلق دریافت کیا تو چالیس روز تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔“ (ایضاً)

ابن قیمؒ فرماتے ہیں: ”بلاشبہ نبی کریم ﷺ نے کاہنوں کے پاس جانے سے منع کر دیا اور فرمایا کہ جو شخص کاہن و عراف کے پاس گیا، اس نے محمد ﷺ پر نازل ہونے والے دین کا انکار کیا اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ محمد ﷺ کے لائے ہوئے دین پر ایمان لانا اور ان کاہنوں، عاملوں کی باتوں کو تسلیم کرنا کسی ایک دل میں یہ دونوں (متضاد) چیزیں جمع نہیں ہو سکتیں۔ اگرچہ یہ کاہن کبھی کبھار صحیح بات بھی بتا دیتے ہیں لیکن اس کی نسبت ان کی خبریں جھوٹی زیادہ ہوتی ہیں اور وہ جن رشیطان جو انہیں مختلف باتیں بتاتا ہے یقیناً وہ انہیں کوئی صحیح بات بھی بتا دیتا ہوگا تاکہ اس طرح لوگوں کو گمراہ کر کے فتنے میں ڈالا جائے۔“

مزید فرماتے ہیں: ”اکثر لوگ ان کاہنوں اور عاملوں کو سچا سمجھتے ہوئے ان کی تصدیق کرتے ہیں اور اس کام میں جاہل، احمق اور بے وقوف لوگ، دیہاتی عورتیں اور حقیقت ایمان سے نابلد لوگ پیش پیش ہیں جو فتنے کا شکار ہیں حتیٰ کہ ان میں سے بہت سے لوگ ان عاملوں کے متعلق حسن گمان رکھتے ہیں اگرچہ وہ کاہن و عامل پر لے درجے کا مشرک اور صریح کفر کا مرتکب ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن یہ احمق اس کے پاس جائیں گے، اس کے لیے نذر و نیاز اور تحائف کا اہتمام کریں گے اور اس سے دعا کرائیں گے۔ ہم

نے ایسے بہت سے لوگوں کے بارے میں خود مشاہدہ کیا اور سنا بھی ہے اور اس کا سب سے بڑا سبب اس دین حق سے ناواقفیت ہے جو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔“ [زاد المعاد ج: ۵ ص: ۶۹۷]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((من أتى كاهنا أو عرافا فصدقه بما يقول فقد كفر بما أنزل على محمد))

[سنن ابن ماجہ: کتاب الطہارۃ: باب النہی عن اتیان الحائض (۶۳۹) مسند احمد (ج: ۲ ص: ۴۰۸، ۴۲۹) مسند دارمی: کتاب الوضوء |]

”جو شخص کسی کاہن یا عراف کے پاس گیا اور جوہ کاہن کہتا ہے، اس کی تصدیق کی تو

درحقیقت اس نے اس چیز کا انکار کیا جو محمد ﷺ پر نازل کی گئی ہے۔“

مذکورہ بالا وعیدوں میں وہ شخص شامل نہیں جو ان کاہنوں، نجومیوں اور عالموں وغیرہ کو وعظ و نصیحت کرنے اور راہ راست کی دعوت دینے یا ان کے کرتوت سمجھ کر لوگوں کو ان کی وارداتوں سے باخبر کرنے کی نیت سے ان کے پاس جاتا ہے۔ جیسا کہ شیخ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

کاہنوں سے ان کی حقیقت جانچنے، ان کے حالات سے باخبر ہونے اور ان کی سچائی اور جھوٹ کے درمیان فرق کرنے کے لیے ان سے سوال کرنا بھی جائز ہے۔ جیسا کہ صحیحین میں مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ابن صیاد سے سوال کیا:

تیرے پاس کیا آتا ہے؟ اس نے کہا:

میرے پاس سچے اور جھوٹے آتے ہیں۔

آپ ﷺ نے پوچھا: تو کیا دیکھتا ہے؟

اس نے کہا: میں پانی پر عرش دیکھتا ہوں۔

پھر نبی اکرم ﷺ نے کہا: میں نے اپنے دل میں کیا چھپا (سوچ) رکھا ہے؟

اس نے کہا: دھواں، دھواں ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”أخسأ فلن تعدو قدرک فانما أنت من اخوان الکھان“

”تو ذلیل و رسوا ہو جائے، تو اس سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ تو تو کاہنوں کا بھائی ہے۔“
(روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے ذہن میں ’سورة الدخان‘ سوچ رکھی تھی جس کا معنی ہے ’دھواں‘)۔

[صحیح بخاری: کتاب الجنائز: باب اذا اسلم الصبی فمات..... (۱۳۵۴) صحیح مسلم (۴۳۲۹) سنن ترمذی (۲۲۴۹) ابن حبان (۶۷۸۵)]

(۳) کاہنوں کی طمع سازیاں اور کفر و شرک پر مبنی حرکتیں

روحانی علاج معالجہ کا دعویٰ کرنے والے بعض معالج درحقیقت کاہن ہوتے ہیں، وہ لوگوں کو یہ احساس دیتے ہیں کہ وہ شرعی طریقے سے جنات نکالتے ہیں، اس مقصد کی تکمیل کے لیے وہ قرآنی آیات بھی با آواز بلند پڑھتے ہیں تاکہ مریض حضرات یہی سمجھیں کہ یہ قرآنی آیات اور اذکار مسنونہ سے علاج کرتا ہے۔ حالانکہ یہ خبیث کاہن اور عامل حضرات قرآنی آیات لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے پڑھتے ہیں ورنہ یہ شرکیہ کلمات ہی کے ذریعے شیطانوں سے مدد حاصل کر کے دنیا کماتے اور اپنی آخرت تباہ کرتے ہیں۔

ابن تیمیہؒ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ: عام طور پر دم کرنے والے (کاہن، عامل) شرکیہ کلمات سے دم کرتے ہیں۔ وہ اس دم کے ساتھ قرآنی آیات کو اونچی آواز سے پڑھتے ہیں (تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ یہ قرآن و سنت سے علاج کرتے ہیں) اور شرکیہ کلمات کو آہستگی سے ادا کر دیتے ہیں۔ [مجموع الفتاویٰ ج: ۱۹ ص: ۶۱]

بعض اوقات یہ نام نہاد عامل حضرات قرآنی آیات کو الٹا کر کے پڑھتے ہیں اور کسی نہ کسی طرح قرآنی آیات سے استہزاء ضرور کرتے ہیں۔ اس سے ان کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ جنات و شیاطین کو راضی کر کے مریض سے ان کی اذیت دور کی جائے۔ ایسے تمام جاہل اور گمراہ کرنے والے عاملوں سے ہوشیار رہنا چاہیے۔



باب چہارم (۴)

جنات کی خدمات حاصل کرنے کی شرعی حیثیت

بعض معالج یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے پاس علاج منعالجہ اور دیگر امور کے لیے جنات موجود ہیں جن کی خدمات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ نہ صرف یہ کہ آسیب زدہ لوگوں کا کامیاب علاج کر سکتے ہیں بلکہ چوری اور گمشدہ چیزوں کے بارے میں بھی صحیح معلومات حاصل کر لیتے ہیں۔

اس باب میں ہم ائمہ سلف کے حوالے سے ان سوالات کو زیر بحث لائیں گے کہ کیا جنات سے خدمات حاصل کرنا درست ہے؟ اور کیا جنات از خود انسان کی مدد کر سکتے ہیں؟ علاوہ ازیں جنات کی خدمات حاصل کرنے کی جائز اور ناجائز صورتیں کون کون سی ہیں؟ آئندہ سطور میں ان سب کی وضاحت کی جائے گی۔ ان شاء اللہ!

جنات کی خدمات حاصل کرنے کی جائز صورتیں

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے جنات سے خدمات حاصل کرنے کی چند جائز اور ناجائز صورتیں ذکر کی ہیں، آئندہ سطور میں ہم پہلے جائز صورتوں کا تذکرہ کریں گے۔ شیخ فرماتے ہیں کہ:

۱۔ اگر کوئی شخص جنات کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی تعمیل کا حکم دیتا ہے اور انہیں اسی طرح اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ وہ (جنات) صرف اللہ کی عبادت کریں اور نبی ﷺ کی اطاعت کریں، جس طرح وہ شخص دیگر انسانوں کو بھی تبلیغ کرتا اور دین کی دعوت دیتا ہے، تو ایسا شخص اللہ کے افضل اولیاء میں سے ہے اور رسول اللہ ﷺ کے خلفاء اور جانشینوں میں سے ہے۔ جس طرح یہ شخص جائز کاموں کے لیے کسی دوسرے انسان کی خدمات حاصل کر سکتا ہے، اسی طرح جائز کاموں کے لیے جنات کی خدمات بھی حاصل کی جاسکتی ہیں مثلاً کوئی شخص انہیں فرائض پر عمل کرنے اور حرام کاموں

سے بچنے کا حکم دے یا اپنی حاجات کو پورا کرنے کا حکم دے تو ایسا شخص ان بادشاہوں جیسا ہوگا جو حکم جاری کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ [مجموع الفتاویٰ ج: ۱۱ ص: ۱۶۹]

۲۔ دوسری صورت یہ بھی ہے کہ جنات از خود انسان کے کام سرانجام دے جایا کریں۔ یعنی انسان انہیں کسی کام کے کرنے کا نہ تو حکم دے اور نہ ہی اس سے گزارش کرے بلکہ وہ بغیر کسی طمع و لالچ کے انسان کا کام سرانجام دے دیں۔

ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ نے (سینکڑوں میل دور میدان جنگ میں موجود ایک صحابی کو) جب پکارا: ”یاساریۃ الجبل“ [اے ساریہؓ پہاڑ کی طرف متوجہ ہو] تو آپؓ نے (اتنی دور سے انہیں پکارنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے) فرمایا کہ اللہ کے لشکر میری آواز حضرت ساریہؓ تک پہنچا دیں گے اور اللہ کے لشکر فرشتے اور نیک جنات ہیں۔ اللہ کے لشکروں (فرشتوں اور نیک جنات) نے واقعی عمرؓ کی آواز کو حضرت ساریہؓ تک پہنچا دیا، عمرؓ کی اپنی آواز تو اتنی دور تک نہیں پہنچ سکتی تھی لہذا ان لشکروں ہی نے حضرت عمرؓ کی آواز کی طرح حضرت ساریہؓ کو پکارا ہوگا..... [شیخ ابن تیمیہؒ نے تو مذکورہ روایت کی اگرچہ مندرجہ بالا توجیہ کی ہے تاہم دیگر اہل علم کے بقول یہ واقعہ بسند صحیح ثابت نہیں۔ واللہ اعلم!] (مترجم)

ایک اور حکایت ذکر کی گئی ہے کہ عمرؓ نے ایک مرتبہ ایک لشکر (کسی کام کے لیے) روانہ کیا۔ (کچھ دنوں کے بعد) ایک شخص آیا۔ اس نے مدینہ والوں کو لشکر کی کامیابی کی خبر دی اور یہ خبر لوگوں میں مشہور ہو گئی (کہ مسلمانوں نے فتح حاصل کر لی ہے۔) عمرؓ نے لوگوں سے پوچھا: تمہیں یہ خبر کس نے دی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: فلاں فلاں شکل و صورت کا ایک شخص آیا تھا، اس کا فلاں فلاں حلیہ تھا، اس نے ہم کو اس بات کی خبر دی ہے۔ عمرؓ نے فرمایا: وہ جنات کا قاصد ابوالہشتمؓ تھا جو ہمارے پاس خبر لایا تھا اور عنقریب تمہارے پاس انسانوں (مسلمانوں) کا قاصد (بھی یہی) خبر لے کر آئے گا۔ [مجموع الفتاویٰ ج: ۱۳ ص: ۵۰]

ڈاکٹر عمر سلیمان اشقر فرماتے ہیں: ”اگر کوئی جن اتفاقاً کسی انسان کی اطاعت کرنے لگتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ یہ اطاعت جنات کی مرضی سے ہو اور برسبیل تسخیر نہ ہو۔“ [عالم الحن والشیاطین، از دکتور عمر سلیمان اشقر (ص: ۹۹)]

جنات سے خدمات حاصل کرنے کی ناجائز صورتیں

کچھ لوگ ناجائز طریقوں سے جنات کی خدمات حاصل کرتے ہیں۔ امام ابن تیمیہؒ نے بعض ایسی ناجائز صورتیں بھی بیان فرمائی ہیں جو حسب ذیل ہیں:

۱۔ بعض لوگ غیب کی خبریں حاصل کرنے کے لیے جنات کی خدمات حاصل کرتے ہیں، جس طرح کہ دور جاہلیت میں کاہن لوگ جنات سے خبریں حاصل کیا کرتے تھے۔ اس سے ان لوگوں کا مقصد دنیا میں جاہ و حشمت اور مال و دولت حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اگر تو جنات سے غیب کی خبریں حاصل کرنے والا شخص غیر مسلم (کافر) ہے جس طرح کہ عرب کے کاہن تھے، تو پھر اسے بھی بلاشبہ کاہن کہا جائے گا اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ عرب میں بعض لوگ کہانت کا دہندہ کیا کرتے تھے۔ جب نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں بھی کاہن موجود تھے۔ منافق لوگ اپنے بھگڑوں کا فیصلہ کاہنوں سے ہی کرواتے تھے۔ ابوابرق اسلمیؒ بھی اسلام قبول کرنے سے پہلے کاہن تھے۔ اور اگر جنات کی خدمات حاصل کرنے والا شخص مسلمانوں میں رہتا ہے، خود کو مسلمان کہلاتا ہے اور یہ بات ظاہر نہیں کرتا کہ یہ کہانت ہے بلکہ وہ اس کو کرامات خیال کرتا ہے تو ایسے شخص کو متنبہ ہونا چاہیے کہ یہ کہانت ہی کی قسم ہے اور جنات انسانوں کی خدمات (غیب کی خبریں وغیرہ دے کر) اس وقت تک نہیں کرتے جب تک وہ انسان سے فائدہ حاصل نہ کر لیں۔ اور جنات انسان سے یہ فائدہ چاہتے ہیں کہ وہ شخص شرک کرے، بے حیائی و بدکاری کرے، حرام کھائے یا بلاوجہ کسی کو قتل کرے۔ (اور جب انسان ان حرام کاموں میں سے کسی کا ارتکاب کرتا ہے تو جنات بھی اس کا مطلوبہ کام کر دیتے ہیں۔

۲۔ بعض لوگ جنات سے مال و دولت، کھانا وانا اور کپڑے وغیرہ حاضر کروانے کے لیے خدمات حاصل کرتے ہیں۔ جنات ان کے کئی کام کر دیتے ہیں۔ کبھی کبھی کسی مدفون خزانے کی رہنمائی بھی کر دیتے ہیں لیکن اس کے بدلے میں جنات ان سے کفر، گناہ اور نافرمانی والے کام بھی ضرور کرواتے ہیں۔ [مجموع الفتاویٰ ج ۱۳: ص ۴۷، ۴۸]

۳۔ ایک اور جگہ ابن تیمیہؒ رقمطراز ہیں: اگر کوئی شخص جنات کو ان کاموں کے لیے استعمال کرتا ہے جن سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع کیا ہے تو ایسا شخص بلاشبہ گناہ اور

ظلم و زیادتی کا مرتکب ٹھہرتا ہے۔ مثلاً وہ شخص ان سے شرک کرواتا ہے یا کسی معصوم کو قتل کرواتا ہے یا کسی کو بیمار کر کے یا اس کا حافظہ خراب کر کے یا اس کے ساتھ فحش حرکت کر کے اس پر زیادتی کرواتا ہے تو یہ سب گناہ اور ظلم و زیادتی کے کام ہیں جن میں انسان جنات سے مدد حاصل کر رہا ہے۔ اسی طرح اگر وہ شخص ان سے کفریہ اعمال میں مدد لیتا ہے تو وہ کافر شمار ہوگا، اور اگر ان سے گناہ کے کاموں میں مدد لیتا ہے تو وہ گناہ گار شمار ہوگا۔

بعض مرتبہ ایسے ہوتا ہے کہ جنات سے کام لینے والے شخص کا شریعت کے متعلق علم ناقص ہوتا ہے۔ لہذا جن کاموں میں وہ جنات سے مدد لیتا ہے انہیں اپنی کرامات پر محمول کرتا ہے مثلاً ان سے حج کرنے میں مدد لینا یا انہیں یہ حکم دینا کہ اگر کوئی بدعت کا عمل ہو تو مجھے فوراً وہاں سے اڑا کر دور لے جانا، یا میدان عرفات میں لے جانا۔ ایسا اس دھوکے کی بنیاد پر ہوتا ہے کہ کہیں وہ شخص ان شرعی راستوں پر چل کر حج نہ کر لے جن پر چل کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حج کرنے کا حکم دیا ہے۔ مذکورہ شخص درحقیقت ایک کم فہم آدمی ہو سکتا ہے جسے جنات بیوقوف بنا رہے ہیں۔

عوام الناس میں سے اکثر لوگ لاعلمی کی وجہ سے کسی شخص کے بارے میں خیال نہیں کرتے کہ اس نے جنات قابو کر رکھے ہیں بلکہ اکثر لوگوں نے یہی سنا ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ کے لیے کرامات ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔ مزید برآں یہ کہ ان سادہ لوح لوگوں کے پاس ایمان و قرآن کی اتنی روشنی نہیں ہوتی کہ رحمانی کرامت اور شیطانی دھوکہ میں فرق کر سکیں۔ لہذا یہ معصوم لوگ دھوکہ بازوں کی چالوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ مثلاً اگر یہی عامل کوئی مشرک شخص ہو جو کہ ستاروں اور بتوں کی پوجا کرتا ہے تو مریض حضرات اس وہم میں مبتلا ہو سکتے ہیں کہ اس کی یہ عبادتیں حقیقتاً اسے فائدہ پہنچاتی ہیں جبکہ اس شخص کی نیت کچھ اور ہوتی ہے اور وہ ان لوگوں کو یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ جن بتوں یا مورتیوں سے وہ شفاعت طلب کر رہا ہے یا جنہیں بطور وسیلہ استعمال کر رہا ہے، خواہ وہ مورتی کسی فرشتے کی ہو یا نبی کی یا کسی اور نیک انسان کی، یہ سب اس کی شفاعت (اور مدد) کریں گے لیکن درحقیقت وہ شیطان کی عبادت کر رہا ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ جَمِيعًا ثَمَّ يَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ أَهْلُوا لِي إِنَّا كُنَّا نَعْبُدُونَ
قَالُوا سُبْحَانَكَ أَنْتَ وَلِيِّنَا مِنْ دُونِهِمْ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ
مُؤْمِنُونَ﴾ [سباہ: ۴۰-۴۱]

”اور ان سب کو اللہ تعالیٰ اس دن جمع کر کے فرشتوں سے دریافت فرمائیں گے کہ کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے، وہ کہیں گے تیری ذات پاک ہے اور ہمارا ولی تو تو ہے نہ کہ یہ، بلکہ یہ لوگ تو جنات کی عبادت کرتے تھے، ان میں سے اکثر کو انہی پر ایمان تھا۔“
[مجموع الفتاویٰ ج: ۱۱ ص: ۱۷۰، ۱۶۹]

جنات سے ناجائز خدمات حاصل کرنے والوں کا غلط استدلال

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو لوگ اپنے مختلف معاملات میں جنات سے خدمات حاصل کرتے ہیں ان میں سے اکثر بطور دلیل یہ کہتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ بھی تو جنات سے خدمت لیا کرتے تھے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ ان کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: بعض سلف صالحین سے منقول ہے کہ حضرت سلیمانؑ جب فوت ہو گئے تو شیطانوں نے جادو والی کفریہ کتب لکھ کر حضرت سلیمانؑ کے تحت کے نیچے رکھ دیں، اور انہوں نے کہا: سلیمانؑ جنات سے ان کتابوں کی وجہ سے خدمت حاصل کرتے تھے (جب لوگوں نے یہ بات سنی) تو اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے حضرت سلیمانؑ پر (نعوذ باللہ) لعن طعن کی اور باقی لوگوں نے کہا: اگر یہ (جنات سے غلط طریقے کے ذریعے خدمات حاصل کرنا) جائز اور صحیح نہ ہوتا تو حضرت سلیمانؑ ایسا نہ کرتے، (یہی استدلال آج کل وہ لوگ کرتے ہیں جو جنات سے خدمات حاصل کرتے ہیں) اپنی ان ہی باتوں کی بدولت دونوں مذکورہ بالا گروہ گمراہ ہو گئے۔ ایک سلیمانؑ کو برا کہنے کی وجہ سے اور دوسرا جادو کے کاموں میں ان کو بطور حجت پیش کرنے کی وجہ سے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ بَدَّ قَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ
أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ وَرَأَوْا ظُهُورَهُمْ كَانَتْهُمْ لَا يَعْلَمُونَ وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا
الشَّيَاطِينُ عَلَىٰ مُلْكٍ سَلِيمَانَ وَمَا كَفَرَ سَلِيمَانَ وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا

يَعْلَمُونَ النَّاسَ السَّحَرَ وَمَا نَزَلَ عَلَى الْمَلَائِكَةِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ وَمَا يَعْلَمَنَّ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرُّوا بِهِ أَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿[البقرہ/۱۰۱، ۱۰۲]

”جب کبھی ان کے پاس اللہ کا کوئی رسول ان کی کتاب کی تصدیق کرنے والا آیا، ان اہل کتاب کے ایک فرقہ نے اللہ کی کتاب کو اس طرح پیٹھ پیچھے ڈال دیا، گویا جانتے ہی نہ تھے اور اس چیز کے پیچھے لگ گئے جسے شیاطین (حضرت) سلیمان کی حکومت میں پڑھتے تھے۔ سلیمانؑ نے تو کفر نہ کیا تھا، بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے اور بابل میں ہاروت و ماروت دو فرشتوں پر جو اتارا گیا تھا، وہ دونوں بھی کسی شخص کو اس وقت تک نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیں کہ ہم تو ایک آزمائش ہیں تو کفر نہ کر، پھر لوگ ان سے وہ سیکھتے جس سے خاوند بیوی میں جدائی ڈال دیں اور دراصل وہ بغیر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ یہ لوگ وہ سیکھتے جو انہیں نقصان پہنچائے اور نفع نہ پہنچا سکے، اور وہ بالیقین جانتے ہیں کہ اس کے لینے والے کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور وہ بدترین چیز ہے جس کے بدلے میں وہ اپنے آپ کو فروخت کر رہے ہیں۔“ [مجموع الفتاویٰ ج: ۱۹ ص: ۴۷]



باب پنجم (۵)

جنات اور شیاطین سے متعلقہ متفرق مسائل

وحی اور وسوسے میں فرق

اللہ تعالیٰ نے شیطان کو یہاں تک طاقت دے رکھی ہے کہ وہ انسان کے دل میں وسوسا پیدا کر سکتا ہے۔ تاہم بسا اوقات اللہ کی طرف سے ایسے خیالات بھی انسان کے دل میں القاء کر دیئے جاتے ہیں اور اسے الہام کہا جاتا ہے۔ اور جو پیغام مختلف ذرائع سے اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں تک پہنچاتے ہیں اسے وحی کہا جاتا ہے۔ شیخ الاسلامؒ نے الہام اور وسوسہ کو مد نظر رکھتے ہوئے چند اہم نکات پیش کیے ہیں جنہیں ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے لیکن یہ واضح رہے کہ شیخ نے لفظ وحی کو بھی الہام خداوندی کے مفہوم کے تحت بیان کیا ہے۔

ابن تیمیہؒ وحی کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُلِمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَائِي حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بَأْذَنِهِ مَا يَشَاءُ﴾ [الشوریٰ ۵۱]

”ناممکن ہے کہ کسی بندے سے اللہ تعالیٰ کلام کرے مگر وحی کے ذریعے یا پردے کے پیچھے سے یا کسی فرشتے کو بھیجے اور وہ اللہ کے حکم سے جو وہ چاہے وحی کرے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ کبھی تو وہ خود بندے کی طرف وحی کرتا ہے اور کبھی رسولوں کو بھیج کر ان کی طرف جو چاہتا ہے وحی کرتا ہے.... اللہ رب العزت اپنے بندے کی طرف جو وحی کرتے ہیں وہ کبھی فرشتے کے واسطے سے ہوتی ہے اور کبھی بغیر واسطے کے۔ یہ (وحی) تمام مؤمنین کے لیے مطلق طور پر ہے صرف انبیاء کو مختص کرنا ضروری نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۱۔ ﴿وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ﴾ [القصص ۲۷]

”ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی کہ اسے دودھ پلائی رہ۔“

14227

۲۔ ﴿وَإِذْ أُوحِيَ إِلَى الْخَوَارِجِ أَنْ آمِنُوا بِي وَبِرَسُولِي قَالُوا آمَنَّا وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾ [المائدہ ۱۱۱]

”اور جب کہ میں نے خوار یوں کو حکم دیا کہ تم مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ، انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے اور آپ گواہ رہیں کہ ہم پورے فرماں بردار ہیں۔“

۳۔ ﴿وَإِذْ أُوحِيَ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ﴾ [النحل ۶۸]

”آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی“

۴۔ ﴿وَإِذْ أُوحِيَ فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرُهَا﴾ [حم السجدہ ۱۲]

”اور ہر آسمان میں اس کے مناسب وحی بھیج دی۔“

۵۔ ﴿وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا﴾ [الشمس ۷، ۸]

”قسم ہے نفس کی اور اسے درست کرنے کی پھر سمجھ دی اس کو برائی کی اور سچ کر چلنے کی۔“

اللہ تعالیٰ نفس کی طرف تقویٰ اور گناہ کا الہام کرتا ہے اور گناہ کا الہام شیطان کے ذریعے ہوتا ہے۔ اس الہام کو وسوسہ کہتے ہیں اور تقویٰ کا الہام فرشتے کے ذریعے ہوتا ہے اس الہام کو وحی کہتے ہیں..... عرف عام میں مشہور ہے کہ لفظ ”الہام“ جب مطلق طور پر مستعمل ہو تو اس سے مراد وسوسہ نہیں لیا جاسکتا اور مذکورہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی اور وسوسہ کے مابین فرق کیا ہے (اس کی وضاحت اس بات سے ہوگی کہ) جن کاموں کا انسان کو (بطور الہام) حکم دیا جائے اگر تو وہ پرہیز گاری کے کام ہوں تو وہ وحی کا الہام ہے، اگر برے کام (گناہ کے کام) ہوں تو وہ شیطان کا وسوسہ ہے۔

پس الہام محمود (وحی) اور الہام مذموم (وسوسہ) کے مابین فرق کرنے کی کسوٹی اور معیار کتاب و سنت ہے، یعنی جن کاموں کا الہام نفس کی طرف کیا گیا ہے اگر تو ان کے متعلق کتاب و سنت سے یہ بات ثابت ہے کہ یہ پرہیز گاری کے کاموں سے ہے تو پھر یہ الہام محمود (یعنی خدائی راہنمائی) ہے اور اگر وہ فسق و فجور پر آمادہ کرنے والے کاموں میں سے ہے تو پھر یہ الہام مذموم (یعنی شیطانی وسوسہ) ہے۔ [مجموع الفتاویٰ (ج: ۱۷ ص: ۲۸۷، ۲۸۸) ایک دوسری جگہ ابن تیمیہؒ نے فرمایا وسوسہ (یعنی شیطانی خیال) کفر، گناہ، نافرمانی حتیٰ کہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ [مجموع الفتاویٰ (ج: ۱۷ ص: ۲۸۲)]

حافظ ابن قیمؒ نے فرمایا: لغت میں وسوسہ سے مراد حرکت یا پست آواز ہے۔ جس سے غیر محسوس ہونے کی وجہ سے بچا نہیں جاتا۔ لہذا وسواس کا اصطلاحی معنی یہ ہوگا کہ دل میں پست آواز کا ڈالا جانا اور یہ دو صورتوں میں ممکن ہے:

۱۔ صرف کہنے والے ہی وہ آواز سن سکتے ہیں۔

۲۔ یا پھر وہ آواز بالکل سنائی نہیں دیتی جس طرح کہ شیطان انسان کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے۔

آپ نے مزید فرمایا کہ: 'وسوسہ' ارادہ کی ابتدائی حالت کا نام ہے۔ جب شیطان دیکھتا ہے کہ کسی انسان کا دل معصیت اور بدی کے خیال سے خالی ہے تو اس میں فوراً وسوسہ ڈالتا ہے اور گناہ کا خیال پیدا کرتا ہے۔ شیطان اس کے دل میں گناہ کو مزین کرتا ہے اور اسے تمنا دلاتا ہے نیز اس کی شہوت کو بھڑکاتا ہے حتیٰ کہ اس کا دل گناہ کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ پھر ہر وقت اسے گناہ کا خیال دلاتا رہتا ہے۔ اس کے علم سے گناہ کی پہچان ختم کر دیتا ہے اور گناہ کے انجام بد سے اسے غافل کر دیتا ہے۔ شیطان اس انسان اور اس کے علم کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ لہذا وہ انسان اپنے دل میں اسی گناہ اور اس سے حاصل ہونے والی لذت کے متعلق ہی سوچنا رہتا ہے اور اس سے ماوراء حقیقت کو بھول جاتا ہے۔ پھر اس کا ارادہ پختہ عزم بن جاتا ہے اور اس کے دل میں گناہ کرنے اور لذت اٹھانے کی شدید حرص پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر شیطان اس انسان کی مدد کے لیے اپنے لشکر بھیجتا ہے۔ اگر وہ لشکر کسی مرحلے پرستی اور کابلی کا مظاہرہ کریں تو کچھ اور خصوصی شیاطین آکر ان کو متنبہ کرتے ہیں اور ان کو اپنی ذمہ داریوں سے کما حقہ عہدہ برآ ہونے کی تلقین کرتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ أَنَا أَرْسَلْنَا الشَّيَاطِينَ عَلَى الْكَافِرِينَ تَوَزُّهُمْ أَزْأًا﴾ (مریم: ۸۳)

”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ہم کافروں کے پاس شیطانوں کو بھیجتے ہیں جو انہیں (برائی پر) خوب اکساتے ہیں۔“

لہذا معلوم ہوا کہ سب گناہوں کی جڑ وسوسہ ہے۔ [بحوالہ "جنات اور جادو کاتوز"

ابو حمزہ / ظفر اقبال، (مترجم) طبع نعمانی کتب خانہ لاہور (ص: ۱۶۲، ۱۶۳)]

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ وحی اور وسوسہ میں فرق واضح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ:
حقیقت حال یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے فرشتوں اور شیطانوں کی ڈیوٹی انسان کے ساتھ لگادی ہے، یہ دونوں، انسانوں کے دلوں میں بھلائی اور برائی ڈالتے رہتے ہیں۔ لہذا سچا علم بھلائی کے کاموں سے ہے اور باطل عقائد برائی کے کاموں سے ہیں جیسا کہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لما الملك تصديق بالحق ولما الشيطان تكذيب بالحق))

[سنن الترمذی: کتاب تفسیر القرآن، سورة البقرة: حدیث (۲۹۸۸)]

”فرشتہ تو حق بات کی تصدیق کا خیال دل میں ڈالتا ہے جبکہ شیطان حق بات کی تکذیب کا خیال دل میں ڈالتا ہے۔“

اور جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک قاضی کے متعلق فرمایا:

((انزل الله عليه ملكا ليسده))

”اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا ہے جو اسے راہنمائی دیتا ہے“

[ابو داؤد: کتاب الأقضية: باب فی طلب القضاء (۳۵۷۵) ابن ماجہ: کتاب الأحکام: باب ذکر القضاء (۲۳۰۹) ترمذی: کتاب الأحکام (۱۳۲۳) احمد (ج: ۳ ص: ۲۲۰، ۱۱۸)]

اور جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے بتلایا ہے کہ انسان کی طرف جو چیز بھی وحی کی جاتی ہے، فرشتے ہی کرتے ہیں مگر انسان کو اس کا شعور نہیں ہوتا کہ یہ فرشتے کی طرف سے ہے اسی طرح اسے اس بات کا بھی شعور نہیں ہوتا کہ دل میں وسوسا پیدا کرنے والا شیطان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کی خبر دی ہے کہ وہ بندے سے کلام کرتا ہے۔ کلام کرنے کے تین طریقے ہیں:

۱۔ بطور وحی خود کلام کرنا۔

۲۔ پردے کے پیچھے سے کلام کرنا۔

۳۔ فرشتے کے ذریعے وحی بھیج کر کلام کرنا۔

(یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ) کسی بھی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ حالت نیند یا بیداری میں دل میں پیدا ہونے والی ہر بات پر وحی کا اطلاق کرے۔ ہاں، البتہ اگر کوئی واضح دلیل اس بات پر مل جائے کہ یہ وحی ہے تو پھر وہ 'وحی' (بمعنی الہام خداوندی..... مترجم) ہی ہے۔ یہ صرف اس لیے ہے کہ وسواس (یعنی الہام شیطانی) انسان پر غالب رہتے ہیں۔ [مجموع الفتاویٰ ج: ۱۷ ص: ۲۸۹]

کیا شیطانی وسواس پر وحی کا اطلاق جائز ہے؟

وسواس پر وحی کا لفظ بولنا جائز ہے اور خود قرآن مجید سے یہ بات ثابت ہے۔ اس سلسلہ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ: وحی کی دو اقسام ہیں: (۱) رحمان کی طرف سے وحی (۲) اور شیطان کی طرف سے وحی اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿وَأَنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَآءِهِمْ لِيُحَادِّثُوهُمْ﴾ [الانعام/۱۲۱]
 ”اور یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کے دل میں القا کرتے ہیں (یعنی بری باتیں وحی کرتے ہیں) تاکہ یہ تم سے جدال کریں۔“
 نیز فرمایا:

﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا﴾ [الانعام/۱۱۲]
 ”اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بہت سے شیطان پیدا کیے تھے کچھ آدمی اور کچھ جن، جن میں سے بعض دوسروں کو چکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے تھے تاکہ ان کو دھوکہ میں مبتلا کر دیں۔“

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

﴿هَلْ أَتَيْتُمْ عَلَىٰ مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ﴾ [الشعراء/۲۲۱]

”کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں۔“

مختار بن ابی عبید (نامی شخص) اس دوسری قسم (یعنی جن کی طرف شیطان وی بہتے ہیں) کے لوگوں میں سے تھا۔ ابن عمرؓ سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا کہ مختار بہتا ہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے۔ تو آپؐ نے آگے سے یہ آیت پڑھی:

﴿وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَآئِهِمْ﴾

”اور یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کے دل میں باتیں ڈالتے ہیں (وحی کرتے ہیں)۔“ اسی طرح ابن عباسؓ سے بھی یہی سوال کیا گیا تو آپؐ نے جواب میں یہ آیت پڑھی:

﴿هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ﴾

”کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں۔“ [مجموع الفتاوی ج: ۱۳ ص ۴۳] حافظ ابن کثیرؒ وحی کی اقسام کے متعلق روایت نقل کرتے ہیں کہ عکرمہ سے ابن ابی حاتم نے روایت نقل کی، عکرمہ فرماتے ہیں: میرے پاس ایک آدمی آیا، اس نے پوچھا: وحی کے متعلق آپؐ کا کیا خیال ہے؟ تو میں نے اسے جواب دیا کہ وحی دو قسم کی ہوتی ہے:

۱۔ ﴿بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَٰذَا الْقُرْآنُ﴾ [یوسف ۳]

”اس وجہ سے کہ ہم نے آپؐ کی طرف یہ قرآن وحی کے ذریعے نازل کیا ہے۔“

۲۔ ﴿الشَّيَاطِينُ الْإِنْسِ وَالْجِنُّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا﴾

”انسانوں اور جنات کے شیاطین، جن میں سے بعض بعضوں کو چکنی چڑی باتوں کا

دوسرے ڈالتے رہتے ہیں تاکہ ان کو دھوکہ میں ڈال دیں۔“ [الانعام ۱۲۱]

عکرمہ کہتے ہیں: اتنا سنتے ہی لوگ میری طرف لپکے، قریب تھا کہ پکڑ کر مار پیٹ شروع کر دیتے، میں نے کہا: ارے بھائیو! یہ تم میرے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہو؟ میں نے تو تمہارے سوال کا جواب دیا ہے اور میں تمہارا امہان ہوں۔ چنانچہ (میری منت سماجت پر) انہوں نے مجھے چھوڑ دیا۔ مختار ملعون لوگوں سے کہتا تھا کہ میرے پاس وحی آتی ہے۔ اس کی بہن حضرت صفیہ جو دیندار خاتون تھیں، وہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی

اہلیہ تھیں۔ جب حضرت عبداللہ کو مختار کا یہ قول معلوم ہوا تو آپؐ نے فرمایا: وہ ٹھیک کہتا ہے اس لیے کہ قرآن میں ہے:

﴿وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَآئِهِمْ﴾

”اور یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کے دل میں باتیں ڈالتے (یعنی وحی کرتے) ہیں“

[گویا اس بدبخت کو جو وحی آتی ہے وہ شیاطین کی طرف سے آتی ہے۔ تفصیل

کے لئے ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثیر (ج: ۲ ص: ۲۶۸)]

شیطانی روحوں کی حاضری

بعض لوگوں کے پاس جنات اور شیاطین مختلف فوت شدگان کی شکل میں آتے ہیں حتیٰ کہ بعض اوقات کسی بڑے عالم یا نیک صالح ولی کی شکل میں بھی آجاتے ہیں۔ تاہم شیطان نبی کی شکل اختیار نہیں کر سکتا جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ مگر ظاہری طور پر کوئی نورانی شکل اختیار کر کے وہ یہ باور کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ میں نبی ہوں۔ کبھی تو وہ (معاذ اللہ) اپنے آپ کو حضور نبی اکرم ﷺ باور کراتا ہے اور کبھی حضرت خضرؑ، حضرت الیاسؑ یا کسی اور نبی کا حوالہ دیتا ہے اور ایسا صرف خواب ہی کی دنیا میں نہیں ہوتا بلکہ حالت بیداری میں بھی وہ ایسا کرتا ہے جس سے بہت سے لوگ مختلف شبہات کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بعض یہ سمجھتے ہیں کہ یہ (شیطانی شکلیں) فی الواقع انہی نیک لوگوں کی روہیں ہیں جو دنیا میں آتی رہتی ہیں اور صرف ان لوگوں سے ملاقات کرتی ہیں جو بہت نیک اور پختہ ہوئے ہوں اور بعض یہاں تک گمان بلکہ یقین کر لیتے ہیں کہ یہ نیک لوگ وقتی طور پر فوت ہو کر اس دنیا سے ماوراء (برزخ) جاتے ہیں اور پھر دوبارہ اسی دنیا میں پلٹ آتے ہیں اور صرف پلٹ ہی نہیں آتے بلکہ اس دنیا کے باسیوں کی مشکلات کو دور کرنے میں مدد بھی کرتے ہیں۔ پھر اسی خیال کے پیش نظر جاہل عوام نہ صرف یہ کہ انہیں پکارنا اور ان سے مدد مانگنا شروع کر دیتے ہیں بلکہ انہیں خوش کرنے کے لیے ان کے نام کی نذر و نیاز، قربانی اور عبادات وغیرہ بھی شروع کر دیتے ہیں اور یہی چیز شرک ہے جس کا ارتکاب کروانے کے لیے شیطان ایزی چوٹی کا زور لگا رہے ہوتے ہیں۔

البتہ یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ بعض جنات نیک بھی ہوتے ہیں تو کیا کوئی نیک جن کسی نیک شخص کی شکل میں ظاہر ہو سکتا ہے، اور اگر ہو سکتا ہے تو ہم کیسے اندازہ کریں گے کہ یہ نیک جن ہے یا سرکش شیطان؟ انہی سوالوں کے جواب اور شیطانی روحوں کی حقیقت واضح کرتے ہوئے شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

(جن لوگوں کی طرف شیطان وحی کرتا ہے) وہ لوگ حقیقت سے ہٹ کر دیکھتے سنتے ہیں حالانکہ جو چیزیں یہ دیکھتے اور سنتے ہیں ان کا کوئی وجود نہیں ہوتا بلکہ وہ صرف تخیلات ہی ہوتے ہیں ان کی مثال سونے والے شخص کی طرح ہے جو نیند میں بعض اشیاء دیکھتا ہے، ان کا وجود محسوس کرتا ہے حالانکہ حقیقت میں وہ صرف خیالات ہی ہوتے ہیں۔ وہ نیند میں دیکھتا ہے کہ مردوں سے کلام کر رہا ہے اور مردے اس سے کلام کر رہے ہیں چونکہ نیند کی حالت میں اس کے ہوش و حواس قائم نہیں ہوتے لہذا وہ یہی خیال کرتا ہے کہ وہ حقیقت میں مردوں سے کلام کر رہا ہے یا کوئی اور کام کر رہا ہے لیکن جب اس کے ہوش و حواس بحال ہوتے ہیں (یعنی نیند سے بیدار ہوتا ہے) تو پھر اسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تو محض خواب و خیال تھا! بالکل اسی طرح شیطان کے دوستوں کا حال ہے کہ خیالات کی دنیا میں سرکش جنات ان کو ہواؤں میں اٹھا کر عرفات لے جاتے ہیں جہاں وہ قیام کرتے ہیں یا اسی طرح کئی دوسرے مقامات کی طرف شیاطین انہیں لے جاتے ہیں۔ اسی طرح ان کے پاس سونا، چاندی، خوراک، لباس، اسلحہ وغیرہ تک لیکر آتے ہیں۔ یہ سب سرکش جنات کا کمال ہے اور یہ کمال بھی وہ صرف اس وقت ظاہر کرتے ہیں جب ان سے متعلقہ شخص کفر و شرک پر مبنی کلمات کے وظیفے شروع کر دے۔ [مجموع الفتاویٰ ج: ۱۳ ص: ۴۴]

ابن تیمیہؒ مزید فرماتے ہیں:

بعض لوگ جو اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ یہ جنات کا کام ہے مگر اس کے باوجود وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ ہماری کرامت ہے کہ جنات ہمارے تابع ہیں۔ اگر وہ جنات کسی خاص شکل میں نہ ہوں تو یہ کہتے ہیں کہ یہ ’رجال غیب‘ ہیں اور اگر نام بتائیں تو کہتے ہیں کہ یہ حضرت خضرؑ یا حضرت الیاسؑ یا حضرت ابوبکرؓ یا عمرؓ یا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

یا شیخ عدی یا شیخ رفاعی وغیرہ ہیں۔ ان کے گمان کے مطابق الہام کرنے والا مذکورہ بالا ہستیوں میں سے ہی کوئی خود ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ تو جنات (سرکش شیطان) ان کی شکلیں اختیار کر کے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے آ جاتے ہیں۔

اس لیے ایسی بات کہنے والا غلط بیانی تو نہیں کرتا لیکن اصل بات یہ ہے کہ اس کی مت ماری جاتی ہے اور اسے اس بات کا علم نہیں ہوتا کہ یہ (وسواس ڈالنے والے) در حقیقت شیطاں ہیں جو مذکورہ افراد کی شکلوں میں آ جاتے ہیں۔ بعض لوگ تو ان شیطانی شکلوں کو دیکھ کر یہاں تک گمان کر لیتے ہیں کہ ہمارے پاس نبی اکرم ﷺ یا کوئی اور نیک ولی حالت بیداری میں تشریف لاتا ہے۔

جو شخص قلب سلیم رکھتا ہوگا تو (اگر اس کے پاس شیطان خواب میں آئے اور یہ ظاہر کرے کہ میں نبی ہوں تو) وہ شخص بعض نشانیوں سے جان لے گا کہ یہ نبی کریم ﷺ ہیں یا کوئی شیطان لعین؟ اور وہ نشانیاں یہ ہیں:

۱۔ سب سے پہلی نشانی یہ ہے کہ وہ (شیطان جو بھیس بدل کر آیا ہے) اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے منافی احکام میں سے کوئی حکم دے گا۔

۲۔ دوسری نشانی یہ بھی ہے کہ اسے اس بات کا علم ہوگا کہ نبی اپنی وفات کے بعد کسی صحابی کے پاس حالت بیداری میں نہیں آئے اور نہ آپ نے آ کر کسی صحابی سے بات کی ہے تو پھر میرے پاس کیسے آ سکتے ہیں۔

۳۔ تیسری نشانی یہ ہے کہ اسے علم ہونا چاہیے کہ آپ کا جسم مبارک تو اپنی قبر سے باہر نہیں نکلا اور آپ کی روح تو جنت میں ہے پھر بھلا وہ دنیا میں کیسے آ سکتی ہے؟ [مجموع الفتاویٰ ج: ۱۳ ص: ۴۵]

شیطان کس روپ میں وسوسے ڈالتا ہے؟

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس بات کی خبر دی ہے کہ اس نے جو بھی نبی مبعوث کیا، جنات اور انسانوں میں سے سرکشوں (شیطانوں) کو ان کا دشمن بنایا۔ بعض (سرکش جنات) دوسرے جنات کی طرف جھوٹی باتوں کی وحی کرتے ہیں۔ وحی سے مراد ان کا (لوگوں کے دلوں میں) وسواس پیدا کرنا ہے اور جو وسواس ڈالنے والا

(شیطان) ہے اس کے لیے ضروری نہیں کہ وہ نظروں سے اوجھل رہ کر وسواس ڈالے بلکہ کبھی کبھی وہ کھلم کھلا (ظاہری طور پر) بھی وسواس پیدا کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوَاتِبِهِمَا وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَنْ تَكُونَا مَلَكَتَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ﴾ [الاعراف، ۲۰، ۲۱]

”پھر شیطان نے ان دونوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا تاکہ ان کا پردہ بدن جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھا، دونوں کے روبرو بے پردہ کر دے اور کہنے لگا کہ تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے اور کسی سبب سے منع نہیں فرمایا، مگر محض اس وجہ سے کہ تم دونوں کہیں فرشتے ہو جاؤ یا کہیں ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ؟ اور ان دونوں کے روبرو اس (شیطان) نے قسم کھائی کہ یقین جانو! میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔“

ابن تیمیہؒ مزید فرماتے ہیں: بہت سے لوگوں نے جنات اور شیطانوں کو دیکھا ہوا ہے لیکن اس کے باوجود ان شیاطین میں چھپنے کی ایسی قوت ہے جو انسانوں میں موجود نہیں۔ (اس لئے عام طور پر جنات ہمیں دکھائی نہیں دیتے) جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذْ زَيْنُّ لَّهُمَا الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمَا وَقَالَ لَأَغْلِبَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْيَوْمِ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌّ لَكُمْ فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتَانِ نَكَصَ عَلَى عَقَبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنْكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ﴾ [الانفال، ۴۸]

”جبکہ ان کے اعمال شیطان انہیں زینت دار دکھا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ لوگوں میں سے کوئی بھی آج تم پر غالب نہیں آ سکتا، میں خود بھی تمہارا حمایتی ہوں، لیکن جب دونوں جماعتیں نمودار ہوئیں تو اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹ گیا اور کہنے لگا میں تو تم سے بری ہوں، میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے، میں اللہ سے ڈرتا ہوں.....“

تفسیر اور سیرت کی کتب میں یہ بات درج ہے کہ شیطان ان کے پاس (حقیقی صورت میں نہیں آیا تھا بلکہ) کسی انسان کی شکل اختیار کر کے آیا تھا۔ اسی طرح درج ذیل آیت سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے:

﴿كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنْكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ﴾ [الحشر: ۱۶]

”شیطان کی طرح کہ اس نے انسان سے کہا کفر کر، جب وہ کفر کر چکا تو کہنے لگا میں تو تجھ سے بری ہوں، میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔“

علاوہ ازیں حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((نعوذ باللہ من شياطين الانس والجن))

”ہم جنات اور انسانوں کے شیاطین سے اللہ کی پناہ پکڑتے ہیں۔“

ابوذرؓ نے کہا: میں نے پوچھا: کیا انسانوں کے بھی شیاطین ہوتے ہیں؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((نعم، شر من شياطين الجن)) [نسائی: کتاب الاستعاذۃ: باب الاستعاذۃ (۵۵۰۹)]

”ہاں اور یہ (شیاطین) جنات کے شیاطین سے بھی برے ہوتے ہیں۔“ [مجموع

الفتاویٰ ج: ۱۷ ص: ۲۷۷]

ابن تیمیہؒ مزید فرماتے ہیں: ایک تو آدمی کا نفس اس کے دل میں وسوس کو جنم دیتا ہے اور اس کے علاوہ جنات اور انسانوں میں سے سرکش (شیاطین) بھی یہ کام

کرتے ہیں۔ [مجموع الفتاویٰ ج: ۱۷ ص: ۲۷۸]

مندرجہ بالا بحث سے معلوم ہوا کہ

- ۱۔ بعض اوقات شیاطین اپنے اصلی روپ میں آ کر حملہ کرتے اور وسوسے ڈالتے ہیں۔
- ۲۔ اور بعض اوقات کوئی روپ دھار کر انسان کے دل میں وسوسے پیدا کر دیتے ہیں۔
- ۳۔ اور کبھی کبھار شیطان انسانوں کی شکل اختیار کر کے وسوسے ڈالتا ہے۔

کیا شیطانی وسوس انسان پر حاوی ہو سکتے ہیں؟

شیخ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: شیطان کبھی برے وسوسے ڈالتا ہے اور کبھی بری باتیں دل میں پیدا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نسیان (خدا کی یاد سے بندے کا غافل ہو جانے) کے متعلق فرمایا:

﴿وَأَمَّا نَسِيكَ الشَّيْطَانُ فَلَاتَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾
 ”اور اگر آپ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے عالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھیں۔“ [الانعام/۶۸]

(اس آیت سے معلوم ہوا کہ شیطان انسانی تخیلات پر غالب آ سکتا ہے، اور انسان کے ذہن سے کسی چیز کو محو کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اگلی آیات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ مترجم) اسی طرح حضرت موسیٰ کے غلام نے کہا تھا:

﴿فَإِنِّي نَسِيتُ الْحَوْتَ وَمَا أَنَسِيَهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ﴾ [الکہف/۶۳]
 ”میں مچھلی بھول گیا دراصل شیطان نے ہی مجھے بھلا دیا کہ میں آپ سے اس کا ذکر کروں۔“
 نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَأَنسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ﴾ [یوسف/۳۲]

”پھر اسے شیطان نے اپنے بادشاہ سے اس کا ذکر کرنا بھلا دیا۔“ (حضرت یوسفؑ نے ایک قیدی کو جو رہا ہو رہا تھا، کہا تھا کہ بادشاہ سے میرا ذکر کرنا مگر اسے شیطان نے بھلا دیا) اسی طرح بخاری و مسلم میں نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا أَدْنَى الْمُؤَذِّنُ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لَا يَسْمَعَ التَّأْذِينَ، فَإِذَا قَضَى التَّأْذِينَ أَقْبَلَ، فَإِذَا ثَوَّبَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ، فَإِذَا قَضَى التَّشَوُّبَ أَقْبَلَ، حَتَّى يَخْطُرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ، فَيَقُولُ: أَذْكَرُ كَذَا أَذْكَرُ كَذَا، لَمَّا لَمْ يَذْكُرْ حَتَّى يَظُلَّ الرَّجُلُ لَمْ يَدْرُ كَمْ صَلَّى))

[صحیح البخاری: کتاب الأذان: باب فضل التأذین: حدیث (۶۰۸) صحیح مسلم: کتاب الصلاة: باب فضل الأذان وهرب الشيطان... (۸۵۹)]

”جب شیطان کو اذان کی آواز آتی ہے تو وہ گوز کرتا (پادتا) ہوا بھاگتا ہے تاکہ اذان کی آواز نہ سن سکے، اذان ختم ہونے پر وہ واپس آ جاتا ہے (اور پھر دوسرے پیدا کرنا شروع کر دیتا ہے) پھر اقامت کی آواز سنتا ہے تو بھاگ جاتا ہے تاکہ اس کی آواز نہ سن سکے، جب اقامت ختم ہوتی ہے تو پھر آ جاتا ہے اور انسان اور اس کے نفس کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور اس سے کہتا ہے فلاں بات یاد کرو، فلاں چیز یاد کرو۔ اس کو ایسی باتیں یاد

دلاتا ہے جو پہلے اسے یاد نہیں تھیں حتیٰ کہ ان خیالات میں الجھ کر آدمی کو یاد ہی نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔ [مجموعۃ الفتاویٰ (ج ۱۷/ص ۲۸۳)]

[اس کے علاوہ بھی بہت سی احادیث اور آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ شیطانی وسواس انسان پر حاوی ہو سکتے ہیں اور اس طرح شیطان انسان کو بعض معاملات سے غافل کر سکتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود شیطان انسان کو زبردستی گمراہ نہیں کر سکتا۔ تاہم اس سے بچاؤ کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنے دل و دماغ کو اللہ کے خوف سے معمور اور اپنی زبان کو اللہ کے ذکر سے تر رکھے۔ (مترجم)]

کیا شیطانی وسواس سے گناہ ہوتا ہے؟

اس سلسلہ میں صحیح بات یہی ہے کہ شیطانی وسواس (مثلاً نسیان وغیرہ) سے گناہ نہیں ہوتا کیونکہ ایسا شیطان کی طرف سے ہوتا ہے، خود بندے کا اس میں کوئی قصور نہیں، تاہم اس سے بچاؤ کے لیے انسان کو اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط رکھنا چاہیے۔

اس سلسلہ میں امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ: بہت سے صحابہ کرامؓ جن میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ بھی شامل ہیں، اپنے اجتہادی نوعیت کے معاملات میں کہا کرتے تھے: ”ان کان صواباً فمن الله وان كان خطأ فمني ومن الشيطان“ کہ اگر تو یہ (اجتہاد) درست ثابت ہوا تو یہ اللہ کی طرف سے (راہنمائی) ہے اور اگر غلط ثابت ہوا تو پھر یہ ہماری اپنی غلطی اور شیطان کی مداخلت (وسواس) کا نتیجہ ہے..... گویا شیطانی وسواس کی وجہ سے کوئی بندہ گناہ گار نہیں ہوتا جیسے کہ اس شخص کو گنہگار نہیں کہا جاسکتا جسے حالت نماز میں شیطان کی طرف سے وسواس آئیں یا اس کے نفس کی طرف سے وسواس اس کے دل میں پیدا ہوں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ مومنوں نے اپنے رب سے کہا:

﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِينَا اَوْ اَخْطَاْنَا﴾ [البقرة ۲۸۶]

”اے ہمارے رب! اگر ہم سے بھول چوک ہو جائے تو اس پر ہماری گرفت نہ کرنا“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے ایسا ہی کر دیا ہے۔ (یعنی تمہاری دعا قبول کر لی ہے)

بھول چوک اور غلطی کا ہو جانا شیطان کی طرف سے ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَإِذَا رَأَيْتَ الدِّينَ يَخْوَضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخْوَضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ [الانعام/۶۸]

”اور جب آپ لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیات میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان لوگوں سے کنارہ کش رہیں یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں اور اگر آپ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھیں۔“ [مجموعۃ

الفتاویٰ (۲۷۳/۱۷)]

اسی طرح آگے چل کر ابن تیمیہؒ مزید رقمطراز ہیں کہ: نیند جو انسان کو بہت سے معاملات سے غافل کر دیتی ہے، اور اونگھ، یہ دونوں شیطان کی طرف سے ہیں لہذا ایسے بندے پر کوئی گناہ نہیں (یعنی جو سویا رہ گیا اور نماز کا وقت گزر گیا۔ البتہ اسے چاہیے کہ جب بیدار ہو اسی وقت نماز پڑھ لے) اسی طرح کہا گیا ہے: ذکر کرتے کرتے کسی کو اونگھ آجائے تو شیطان کی طرف سے ہے۔ اسی طرح احتلام بھی شیطان کی طرف سے ہے، ایسی حالت میں انسان پر کوئی گناہ نہیں۔ [مجموعۃ الفتاویٰ (ج ۱۷/ص ۲۸۳)]



باب ششم (۶)

’نظربد‘..... اسباب، علاج اور بچاؤ کی تدابیر

نظربد کی حقیقت

قرآن وحدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بُری نظر لگ جانا، ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ اسے ہی عرف عام میں ’نظربد/چشم بد‘ کہا جاتا ہے۔ نظربد کے برحق ہونے کے سلسلہ میں ہم چند دلائل ذکر کر رہے ہیں جو کہ حافظ ابن کثیرؒ کی ”تفسیر ابن کثیر“ اور حافظ ابن قیمؒ کی ”زاد المعاد“ سے ماخوذ ہیں۔ آخر میں نظربد کے علاج معالجہ کے حوالے سے معلومات درج کی جائیں گی۔ ان شاء اللہ!

۱۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوبؑ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَقَالَ يَبْنَیْ لَا تَدْخُلُوا مِنْ بَابٍ وَاحِدٍ وَادْخُلُوا مِنْ أَبْوَابٍ مُتَفَرِّقَةٍ وَمَا غَنَى عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِنْ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ وَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُوهُمْ مَا كَانَ يُغْنِي عَنْهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةً فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ قَضَاهَا وَإِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لَمَّا عَلِمَهُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [یوسف/ ۶۷-۶۸]

”اور اس (یعقوبؑ) نے کہا ”اے میرے بیٹو! تم سب ایک دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ کئی جدا جدا دروازوں سے داخل ہونا۔ میں اللہ کی طرف سے آنے والی کسی چیز کو تو تم سے ٹال نہیں سکتا۔ حکم صرف اللہ ہی کا چلتا ہے، میرا کامل بھروسہ اسی پر ہے اور ہر بھروسہ کرنے والے کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ جیسے ان کے والد نے (شہر میں) داخل ہونے کا حکم دیا تھا، ویسے ہی وہ اس میں داخل ہوئے۔ اس کی یہ تدبیر اللہ کی مشیت کے مقابلہ میں کچھ بھی کام نہ آئی۔ یہ تو محض یعقوبؑ کے دل کا ارمان تھا جسے اس نے پورا کیا، بلاشبہ وہ ہمارے سکھائے ہوئے علم کا عالم تھا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کے تحت رقمطراز ہیں کہ: اللہ تعالیٰ حضرت یعقوبؑ کے متعلق آگاہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انہوں نے جب، بنیامین، سمیت اپنے بیٹوں کو مصر جانے کے لیے تیار کیا تو انہیں حکم دیا کہ وہ سب کے سب شہر کے ایک ہی دروازے سے داخل ہونے کی بجائے مختلف دروازوں سے داخل ہوں کیونکہ حضرت ابن عباسؓ، محمد بن کعبؓ، مجاہدؓ، ضحاکؓ، قتادہؓ اور سدیؓ وغیرہ کے بقول: انہیں نظر بد کا خدشہ تھا اور یہ خدشہ اس وجہ سے تھا کہ وہ سب بیٹے خوبصورت اور توانا و تندرست تھے اور حضرت یعقوبؑ ڈر گئے کہ کہیں وہ لوگوں کی نظر بد کا شکار نہ ہو جائیں۔ اور نظر کا لگ جانا حق ہے جو کہ گھڑ سوار کو گھوڑے سے بھی گرا دیا کرتی ہے۔ [تفسیر ابن کثیر ج: ۲ ص: ۷۴۹]

۲۔ اسی طرح قرآن مجید کے ایک اور مقام پر ہے:

﴿وَإِنْ يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ﴾ [القصم ۵۱]

”اور قریب ہے کہ کافر اپنی تیز نگاہوں سے آپ کو پھسلا دیں، جب بھی قرآن سننے میں، تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو ضرور دیوانہ ہے۔“

اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ: حضرت ابن عباسؓ، مجاہدؓ وغیرہ کا قول ہے کہ لَیْزْلِقُونَكَ کا مطلب ہے کہ تیرے بغض و حسد کی وجہ سے یہ کفار تو اپنی آنکھوں سے گھور گھور کر تجھے پھسلا دینا چاہتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حمایت اور نجات نہ ہوتا تو وہ یقیناً ایسا کر گزرتے۔ اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ نظر کا لگنا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کا پُر تائثر ہونا برحق ہے جیسا کہ مختلف اسناد سے مروی بہت سی احادیث میں بھی یہ بات موجود ہے۔ [تفسیر ابن کثیر ج: ۴ ص: ۶۳۹]

حافظ ابن قیمؒ نے اس ضمن میں کئی احادیث نقل کی ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

۱۔ امام مسلمؒ اپنی کتاب ”صحیح مسلم“ میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((العین حق ولو كان شیء سابق القدر، لسبقته العین))

[مسلم: کتاب السلام: باب الطب والمرض والرقیٰ حدیث (۵۷۰۲)]

”نظر بد برحق ہے اگر تقدیر سے کوئی چیز سبقت لے جاسکتی ہوتی تو وہ نظر بد ہے۔“

۲۔ صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ

((ان النبي ﷺ رخص في الرقية من الحمة والعين والنملة))

[مسلم: کتاب السلام: باب استحباب الرقية من العين (۵۷۲۴)]

”نبی اکرم ﷺ نے نظربد، زہریلے ڈنگ اور پھوڑے پھنسیوں سے بچنے کے لیے دم جھاڑ کرنے کی اجازت عطا فرمائی ہے۔“

۳۔ صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”العين حق / نظر کا لگ جانا حق ہے۔“

[صحیح بخاری: کتاب الطب: باب العين حق (۵۷۴۰) صحیح مسلم: کتاب السلام: باب

الطب والمرض والرقی (۵۷۰۱) ابو داؤد: کتاب الطب: باب ماجاء فی العين (۳۸۷۵)]

۴۔ سنن ابو داؤد میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ

((كان يؤمر العائن فيتوضأ، ثم يغتسل منه المعين))

[ابو داؤد: کتاب الطب: باب ماجاء فی العين (۳۸۷۶)]

”حاسد (جس کی نظر لگی ہے) کو وضو کرنے کا حکم دیا جائے گا پھر اس (استعمال شدہ)

پانی سے مسحود (جس کو نظر لگی ہو) کو غسل دیا جائے گا۔“

۵۔ صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ

((أمرني النبي ﷺ، أو أمر نسترقى من العين))

”نبی اکرم ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ ہم نظربد کے توڑ کے لیے دم کریں۔“

[صحیح بخاری: کتاب الطب: باب رقية العين (۵۷۳۸) صحیح مسلم: کتاب السلام:

باب استحباب الرقية من العين (۵۷۲۲) ترمذی: کتاب الطب: باب ماجاء فی الرقية]

۶۔ امام اترمذیؒ نے عبید بن رفاعہ الزرقیؓ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت اسماء بنت

عمیسؓ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا:

”اے اللہ کے رسول ﷺ! بنو جعفر کو نظر بد لگ جاتی ہے، کیا میں ان کو دم کروں؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((نعم فلو كان شيء يسبق القضاء لسبقته العين))

”ہاں (دم کر لیا کرو) کیونکہ تقدیر سے کوئی چیز اگر سبقت لے جاسکتی ہوتی، تو وہ نظر بد ہے۔“

[سنن الترمذی: کتاب الطب: باب ماجاء فی الرقیۃ من العین (۲۰۵۹) مسند احمد

(ج: ۶ ص: ۴۳۸) سنن ابن ماجہ: کتاب الطب: باب من استرقی من العین (۳۵۱۰)

۷۔ امام مالکؒ ابن شہابؒ سے ابن شہابؒ، ابو امامہ سہل بن حنیفؒ سے روایت کرتے ہیں کہ ابو امامہؒ نے فرمایا:

”عامر بن ربیعہؒ نے سہل بن حنیفؒ کو غسل کرتے ہوئے دیکھا تو کہا:

”واللہ ما رأیت الیوم ولا جلد مخبأة“

بخدا! میں نے آج تک اتنی خوبصورت جلد کسی کنورامی (لڑکی) کی بھی نہیں دیکھی۔

ابو امامہؒ فرماتے ہیں کہ: حضرت سہلؒ کو دورہ پڑ گیا اور وہ اس جگہ گر پڑے۔ رسول اللہ

ﷺ عامرؒ کے پاس آئے اور اسے ڈانٹتے ہوئے کہا:

((علی ما یقتل أحدکم أحمأ؟ ألا برکت؟ اغتسل له))

کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو قتل کرنے کے درپے کیوں ہو جاتا ہے؟ تم نے

(اس کی خوبصورتی دیکھ کر) برکت کی دعا کیوں نہ دی؟ چلو اس کے لیے غسل کرو۔“

[موطأ: کتاب العین: باب الوضوء (۹۳۸/۲)]

۸۔ اسی طرح امام مالکؒ نے محمد بن ابو امامہ بن سہل سے، وہ اپنے والد حضرت ابو امامہ

بن سہلؒ سے اس حدیث مذکور کو روایت کیا اور اس میں کہا:

((ان العین حق، تو ضالہ))

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک نظر بد حق ہے تو اس کے لیے وضو کرو۔“

[موطأ: کتاب العین: باب الوضوء من العین: حدیث (۲) ابن ماجہ: کتاب الطب: باب

العین (۳۵۰۹) مسند احمد (ج: ۳ ص: ۴۸۶) صحیح ابن حبان (۱۴۲۴)]

۸۔ عبدالرزاق نے معمر سے، معمر نے ابن طاووس سے، ابن طاووس اپنے والد طاووس

سے مرفوعاً (یعنی نبی اکرم ﷺ سے) روایت کرتے ہیں کہ

((العین حق ولو کان شیء سابق القدر لسبقته العین واذا استغسل أحدکم

فلیغتسل))

”نظربد برحق ہے اگر تقدیر سے کوئی چیز سبقت لے جاسکتی تو وہ نظربد ہے اور جب تم میں سے کسی شخص سے غسل کرنے کا مطالبہ کیا جائے تو وہ کرے۔“

[مصنف عبدالرزاق (۱۹۷۷۰) لیکن حدیث مرسل ہے البتہ امام مسلم نے اسے موصولاً صحیح مسلم، کتاب السلام: باب الطب والرقی (۵۷۰۲) میں بیان کیا ہے]

جنات کی نظر بد بھی لگ جاتی ہے!

حافظ ابن قیم فرماتے ہیں: نظر بد دو طرح کی ہوتی ہے:

(۱) انسان کی نظر بد (۲) جنات کی نظر بد

صحیح بخاری میں ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ

”ان النبی ﷺ رأى في بيتها جارية في وجهها سقعة، فقال: استرقوا لها، فان بها النظرة“

[صحیح بخاری: کتاب الطب: باب رقية العين (۵۷۳۹) صحیح مسلم: کتاب السلام: باب رقية العين (۵۷۲۵)]

”آپ ﷺ نے ان کے ہاں ایک لڑکی دیکھی جس کے چہرے پر کالا (یا زرد سا) نشان تھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ نظر بد کا شکار ہوئی ہے، اس کو دم کرو۔“

حسین بن مسعود الفراء کہتے ہیں: آپؐ کا لفظ ’سقعة‘ کہنے سے آپؐ کی مراد وہ ’نظربد‘ تھی جو جنات سے لگتی ہے۔

اس طرح حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے:

((أن النبی ﷺ كان يتعوذ من الجان، ومن عين انسان))

[سنن ترمذی: کتاب الطب: باب ماجاء في الرقية بالمعوذتين (۲۰۵۸) سنن نسائی:

کتاب الاستعاذة: باب الاستعاذة من شر شیطان الانس (۵۵۰۹) ابن ماجہ: (۳۵۱۱)]

”نبی اکرم ﷺ جنات سے اور انسانوں کی نظر بد سے پناہ مانگا کرتے تھے۔“ [ازاد المعاد

ج: ۴ ص: ۱۵۱]

نظر بد کے متعلق مختلف نظریات

درج بالا مذکور صریح دلائل سے یہ بات ثابت ہوئی کہ نظر کا لگ جانا برحق ہے جب کہ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ محض وہم ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ حافظ ابن قیمؒ ایسے لوگوں کی بھرپور تردید کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

کچھ کم علم لوگوں نے نظر بد کی تاثیر کو باطل قرار دیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ یہ نظر بد محض تو ہم پرستی ہے اور اس کی کوئی حقیقت نہیں حالانکہ یہ لوگ سب سے زیادہ جاہل اور ارواح کی صفات اور ان کی تاثیر سے ناواقف ہیں اور ان کی عقلوں پر پردہ پڑا ہوا ہے جبکہ تمام امتوں کے عقلاء باوجود اختلاف مذاہب کے نظر بد کو ایک مسلمہ حقیقت تسلیم کرتے ہیں، اگرچہ نظر بد کے اسباب اور اس کی جہت تاثیر کے متعلق ان میں اختلاف موجود ہے۔

ایک گروہ کا کہنا ہے: جب حاسد یا بد نظر والے انسان کا نفس کسی شخص کی طرف دیکھتا ہے تو اس کی آنکھوں سے ایک پرتا خیر طاقت نکل کر اس شخص پر پڑتی ہے اور اسے نقصان پہنچا دیتی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس بات سے بھی اسی طرح انکار ممکن نہیں جس طرح اس بات کا انکار ممکن نہیں کہ زہریلے سانپ سے خارج ہونے والی پرتا خیر طاقت جب انسان پر پڑتی ہے تو اسے ہلاک کر دیتی ہے اور یہ بات تو لوگوں میں بہت زیادہ مشہور ہے، اسی طرح کسی شخص کی آنکھوں کی تاثیر بھی دوسرے شخص کو ہلاک کر دیتی ہے۔

ایک اور گروہ کا کہنا ہے کہ: یہ بات بعید از فہم نہیں کہ بعض لوگوں کی آنکھوں سے دکھائی نہ دینے والے جواہر لطیفہ نکلتے ہیں اور وہ کسی شخص کو چھو کر اس کے مسام دار جسم میں داخل ہو جاتے ہیں اور اس طرح اس شخص کو نقصان پہنچاتا ہے۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ نظر بد کی کوئی حقیقت نہیں، نہ ہی کسی حاسد کی نظر میں کوئی اتنی قوت ہوتی ہے، نہ اس کا کوئی سبب ہے، نہ اس کی کوئی تاثیر ہوتی ہے۔ یہ لوگ تمام چیزوں کو باطل قرار دیتے ہیں۔ درحقیقت یہی جاہل قسم کے لوگ ہیں جنہوں نے تمام عقلاء امت کی مخالفت کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ [زاد المعاد، ج: ۴، ص: ۱۵۲]

ابن قیمؒ مزید فرماتے ہیں: اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی جسموں اور روحوں میں طاقتوں اور طبیعتوں کا اختلاف پیدا کر رکھا ہے اور ان میں سے اکثر و بیشتر میں مختلف خواص اور اثر انداز ہونے والی کیفیات بھی ودیعت کی ہیں۔ کسی عقلمند شخص کے لیے ان روحوں کا جسموں پر اثر انداز ہونے سے انکار کرنا ممکن نہیں کیونکہ یہ مشاہداتی اور تجرباتی بات ہے جس طرح آپ دیکھ سکتے ہیں کہ کسی شخص کا چہرہ (خوشی اور شرم و حیا سے) اس وقت سرخ ہو جاتا ہے جب وہ ایسے شخص کو دیکھتا ہے جس کا یہ ادب کرتا ہے یا اس سے شرماتا ہے اور اگر یہی شخص کسی ایسے شخص کو دیکھتا ہے جس سے اسے ڈر اور خوف ہوتا ہے تو اس وقت اس کا چہرہ خوف کی وجہ سے بیمار اور کمزور ہو جاتا ہے، تو یہ سب کچھ روحوں کی تاثیر کے ذریعے ہوتا ہے۔ چونکہ اس کا تعلق نظر سے ہوتا ہے اس لیے نظر بد کی نسبت آنکھ کی طرف کر دی جاتی ہے۔ حالانکہ آنکھ کی نظر بد کچھ نہیں کرتی، یہ تو روح کی تاثیر ہوتی ہے۔

روحیں اپنے خواص، طبائع اور تاثیرات میں مختلف درجوں کی ہوتی ہیں۔ حسد کرنے والے کی روح واضح طور پر اس شخص کو تکلیف سے درچار کر دیتی ہے جس سے حسد کیا جا رہا ہوتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حاسد کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے۔ لہذا حاسد شخص کی تاثیر بد سے وہی شخص انکار کر سکتا ہے جو فی الحقیقت انسان کہلانے کا حقدار نہیں.....

اور نظر بد بنیادی طور پر اس طرح لگتی ہے کہ حسد کرنے والے کا ناپاک جسم دوسرے (محسود) شخص کے جسم سے متصل ہو جاتا ہے، تو اس حاسد کی (نظر بد) کا اثر اس میں منتقل ہو جاتا ہے۔ اور کبھی ان دونوں (حاسد اور محسود) کے آمنے سامنے آنے کی وجہ سے اور کبھی حاسد کے محض دیکھنے کی وجہ سے نظر بد لگ جاتی ہے۔ بسا اوقات مختلف تعویذات، منتر اور جھاڑ پھونک کی وجہ سے بھی نظر بد کا اثر محسود تک پہنچ جاتا ہے۔ بعض اوقات خیال اور وہم و گمان کی وجہ سے بھی دوسرے شخص کو نظر لگ جاتی ہے۔ اور جس

شخص کی نظر لگتی ہے اس کی تاثیر دیکھنے پر موقوف نہیں ہوتی بلکہ کبھی اندھے شخص کو کسی چیز کا وصف بیان کر دیا جائے تو اس کے نفس میں اگر حاسدانہ جذبات پیدا ہو جائیں تو اس کا اثر بھی ہو سکتا ہے۔ [زاد المعاد / ج: ۴ ص: ۱۵۲-۱۵۴]

نظر بد سے بچاؤ کے طریقے

حافظ ابن قیمؒ رقمطراز ہیں کہ: جب کسی شخص کو اس بات کا خدشہ ہو کہ اس کی نظر کی تاثیر کافی زیادہ ہے اور یہ کسی شخص کو لگ سکتی ہے تو اسے چاہیے کہ وہ جب بھی کسی اچھی چیز کو دیکھے تو اسے اپنی آنکھ کے شر سے محفوظ رکھنے کے لیے یہ دعا پڑھے:

”اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَيْهِ“

”یا اللہ! اسے برکت دے“

یا اس طرح کے برکت کے کوئی بھی کلمات ادا کرے۔ جیسا کہ عامر بن ربیعہؒ کی نظر جب سہل بن حنیفؒ کو لگی تو نبی اکرم ﷺ نے عامر بن ربیعہؒ کو کہا تھا:

((ألا برکت))

”یعنی تو نے اس کے لئے برکت کی دعا کیوں نہ کی!“ (یعنی اسے دیکھ کر تجھے یہ کہنا چاہئے تھا: ”اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَيْهِ“)

[موطأ: کتاب العین: باب الوضوء من العین: حدیث (۲) ۹۳۸]

اس طرح نظر بد کے شر سے محفوظ رکھنے کے لیے یہ بھی کہا جاسکتا ہے:

”مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ رَجَوَالَهُ مَا هُوَ“ اور اللہ کی توفیق کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتا۔“

جیسا کہ ہشام بن عروہؒ نے اپنے والد عروہؒ سے روایت کیا ہے کہ وہ (عروہؒ) جب بھی کسی اچھی (خوبصورت) چیز کو دیکھتے یا اپنے باغوں میں سے کسی باغ میں داخل ہوتے تو کہتے ”مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ [زاد المعاد / ج: ۴ ص: ۱۵۶]

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ: بعض ائمہ سلف نے بیان کیا ہے کہ جب کسی شخص کو اپنے حالات، مال و دولت یا اولاد وغیرہ کو دیکھ کر خوشی محسوس ہو، تو اس وقت اسے چاہئے کہ وہ یہ دعا پڑھے:

”مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ / جو اللہ چاہے، اور اللہ کی توفیق کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتا“

[تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۳۷]

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ: نظر بد سے بچاؤ کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ محاسن اعضاء اس شخص سے چھپا کر رکھے جائیں جس کی نظر لگنے کا خدشہ ہو جیسا کہ امام بغویؒ ”شرح السنة“ میں ذکر کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے ایک خوبصورت بچہ دیکھا تو آپؓ نے فرمایا: اس کی ٹھوڑی کے گڑھے کو سیاہ کر لو تا کہ اسے نظر بد نہ لگے۔ [زاد المعاد ج: ۴ ص: ۱۵۹]

نظر بد لگ جانے کے بعد علاج کے طریقے

۱۔ تعوذات کے ذریعے

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ: نظر بد کے علاج کے لیے نبی اکرم ﷺ نے کئی طریقے بتلائے ہیں۔ سنن ابوداؤد میں سہل بن حنیفؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم ایک ندی نالے کے پاس سے گزر رہے، اور اس میں داخل ہو کر غسل کیا۔ جب میں نکلا تو مجھے بخار چڑھ چکا تھا..... نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مروا أبا ثابت يتعوذ))

”ابو ثابت کو حکم دو کہ وہ تعوذ پڑھے۔“

[سنن ابوداؤد: کتاب الطب: باب ما جاء في الرقي: حدیث (۳۸۸۴)]

نظربد کے علاج کے لیے بطور دم معوذتین (سورہ فلق اور سورہ ناس)، سورہ فاتحہ، آیت الکرسی وغیرہ کو اور درج ذیل مسنون دعاؤں کو بکثرت پڑھنا چاہیے:

۱۔ ((أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ))

۲۔ ((أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ غَيِّبٍ لَآمَةٍ))

۳۔ ((أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ الَّتِي لَا يَجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَلَا فَاجِرٌ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَأَوْهُنَّ مِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَخْرُجُ فِيهَا وَمِنْ شَرِّ مَا ذَرَأَ فِي الْأَرْضِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ الْيَلِّ وَالنَّهَارِ وَمِنْ شَرِّ طَوَارِقِ اللَّيْلِ إِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ بِخَيْرٍ يَا رَحْمَنُ))

۴۔ ((أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيْطَانِ وَأَنْ يَحْضُرُونَ))

۵۔ ((اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِوَجْهِكَ الْكَرِيمِ وَكَلِمَاتِكَ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهِ اللَّهُمَّ أَنْتَ تَكْشِفُ الْمَائِمَ وَالْمَغْرِمَ اللَّهُمَّ إِنَّهُ لَا يَهْزُمُ جُنْدُكَ وَلَا يُخْلَفُ وَعَذُكَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ))

۶۔ ((أَعُوذُ بِوَجْهِ اللَّهِ الْعَظِيمِ الَّذِي لَا شَيْءَ أَعْظَمُ مِنْهُ وَبِكَلِمَاتِهِ التَّامَّاتِ الَّتِي لَا يَجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَلَا فَاجِرٌ أَسْمَاءُ اللَّهِ الْحُسْنَى مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ أَعْلَمْ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَأَوْهُنَّ وَمِنْ كُلِّ ذِي شَرٍّ لَا أَطِيقُ شَرَّهُ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ ذِي شَرٍّ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهِ إِنْ رَبِّي عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ))

۷۔ ((اللَّهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ مَا شَاءَ اللَّهُ كَانَ، وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا وَأَخْصَى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِي وَشَرِّ الشَّيْطَانِ وَشَرِّكَهِ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا إِنْ رَبِّي عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ))

۸۔ ((تَحَصَّنْتُ بِاللّٰهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ إِلَهِيَّ وَاللَّهُ كُلُّ شَيْءٍ وَاعْتَصَمْتُ بِرَبِّي وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَتَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَاسْتَدْفَعْتُ الشَّرَّ بِلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ حَسْبِيَ اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ حَسْبِيَ الرَّبُّ مِنَ الْعِبَادِ حَسْبِيَ الْخَالِقُ مِنَ الْمَخْلُوقِ حَسْبِيَ الرَّزَّاقُ مِنَ الْمَرْزُوقِ حَسْبِيَ اللَّهُ هُوَ حَسْبِيَ حَسْبِيَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ، وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ، حَسْبِيَ اللَّهُ وَكُفِّي، سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ دَعَا لَيْسَ وَرَاءَ اللَّهِ مَوْمِي، حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ))

(حافظ ابن قیمؒ ان دعاؤں کو تحریر کرنے کے بعد رقم طراز ہیں کہ) جو شخص ان دعاؤں اور تعوذات کا تجربہ کرے گا وہ ان کے فوائد پہچان لے گا۔ صدق دل سے یہ دعائیں پڑھنے والا نظر بد کے اثرات سے محفوظ رہتا ہے اور جس کو نظر بد لگی ہو اگر وہ شخص یہ دعائیں پڑھتا رہے تو نظر بد کے اثرات اس سے زائل ہو جائیں گے کیونکہ یہ تعوذات اور دعائیں (نظر بد کے خلاف) ہتھیار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ [زاد المعاد ج: ۴ ص: ۱۵۴]

ابن قیمؒ مزید فرماتے ہیں کہ: ان دعاؤں میں سے ایک دعا حضرت جبریلؑ کا وہ دم بھی ہے جو انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو کیا تھا اور وہ درج ذیل ہے:

((بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ، مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ، مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَيْنٍ كُلِّ حَاسِدٍ اللّٰهُ يَشْفِيْكَ، بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ))

[صحيح مسلم : كتاب السلام: باب الطب والمرض والرقى (۵۷۰۰) ابن ماجه :

كتاب الطب : باب ما عوذ به النبي ﷺ (۳۵۲۳) مسند احمد (ج: ۲ ص: ۴۴۶)]

”اللہ کے نام کے ساتھ میں آپ کو دم کرتا ہوں، ہر اس چیز کے شر سے محفوظ رکھنے کے لئے جو ایذا پہنچاتی ہے، اور ہر نفس کے شر سے اور حد کرنے والے کے حد سے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو شفاء عطا فرمائے، اللہ کے نام کے ساتھ میں آپ کو دم کرتا ہوں“ [زاد المعاد

ج: ۴ ص: ۱۵۶]

ابن قیمؒ مزید فرماتے ہیں کہ: نظر بد کے اثر کو زائل کرنے کے لیے ایک دم ابو عبد اللہ ساجی سے بھی مذکور ہے جس کا تذکرہ درج ذیل واقعہ میں اس طرح کیا گیا ہے:

”ابو عبد اللہ ساجی نامی ایک شخص، حج یا جہاد کے لیے اپنی بہترین اونٹنی پر سوار ہو کر نکلا اور آپ کے قافلے میں ایک ایسا شخص بھی تھا جس کی نظر پر تاثیر تھی حتیٰ کہ اگر وہ کسی چیز کی طرف دیکھتا تو وہ چیز تباہ و برباد ہو کر رہ جاتی۔ ابو عبد اللہ سے لوگوں نے کہا کہ آپ اس شخص سے اپنی اونٹنی محفوظ رکھیں۔ ابو عبد اللہ فرمانے لگے کہ یہ میری اونٹنی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اس بد نظر شخص کو کسی نے یہ بات پہنچادی تو وہ موقع تلاش کرنے لگا اور جب اسے موقع ملا کہ ابو عبد اللہ کی سواری کے پاس کوئی نہیں تو وہ شخص آیا اور اونٹنی کو بری نگاہ سے گھورنے لگا حتیٰ کہ اونٹنی تڑپتے ہوئے زمین پر جا گری۔ جب ابو عبد اللہ آئے تو لوگوں نے بتایا کہ فلاں بد نظر شخص نے اسے نظر لگائی ہے جس کی وجہ سے اونٹنی کی یہ حالت ہو گئی ہے۔ ابو عبد اللہ نے کہا: مجھے بتاؤ وہ کہاں ہے۔ لوگوں نے جگہ بتائی اور آپ نے وہاں جا کر مذکورہ ذیل دعا پڑھی جس کے نتیجے میں بد نظر آدمی کی آنکھیں خراب ہو گئیں اور اونٹنی بالکل تندرست ہو گئی: (وہ دعا یہ ہے)

((بِسْمِ اللّٰهِ حَسْبُ حَابِسٍ وَحَجَرٌ يَّابِسٌ وَشَهَابٌ قَابِسٌ رَدَدْتُ عَيْنَ الْعَاثِمِ عَلَيْهِ وَعَلَى أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيْهِ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرَى مِنْ فُطُورٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ)) (زاد المعاد ج: ۴ ص: ۱۶۰)

۲۔ قرآنی آیات پانی میں بھگو کر پلانا

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں: سلف صالحین میں سے ایک گروہ کی یہ رائے ہے کہ جس شخص کو نظر بد لگی ہے، اسے قرآنی آیات لکھ کر، پھر اسے پانی میں بھگو کر، وہ پانی پینے کے لیے دینا چاہیے۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں: اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ قرآن کو (کاغذ پر) لکھا جائے پھر اس کاغذ کو پانی میں دھویا جائے اور وہ پانی مریض کو

پلا دیا جائے۔ اسی طرح کی بات حضرت ابو قلابہ سے بھی منقول ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے مروی ہے کہ انہوں (یعنی ابن عباسؓ) نے حکم دیا کہ جس عورت کو ولادت کی وجہ سے تکلیف پہنچے، اس کے لیے قرآن سے کچھ (آیات) لکھی جائیں پھر ان آیات کو پانی میں بھگو کر وہ پانی اس عورت کو پلا دیا جائے۔ ایوبؑ فرماتے ہیں: میں نے ابو قلابہؓ کو دیکھا کہ انہوں نے قرآن میں سے کچھ لکھا، پھر اسے پانی سے دھو کر وہ پانی مریض کو پلا دیا۔ [زاد المعاد / ج: ۴ ص: ۱۵۷]

۳۔ غسل کا طریقہ

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں: نظر بد کے علاج کا ایک طریقہ یہ ہے کہ حاسد (جس کی نظر لگی ہے) شخص کو حکم دیا جائے کہ وہ اپنا چہرہ، ہاتھ، کہنیاں، گھٹنے، پاؤں اور ازار بند کے اندرونی حصوں کو اس طرح دھوئے کہ استعمال شدہ تمام پانی نیچے گرنے کی بجائے کسی برتن (جب وغیرہ) میں گرے۔ پھر اس پانی کو مریض شخص کے سر پر پھینکی جانے سے ایک ہی مرتبہ گرا (بھا) دیا جائے۔

بعض اطباء اس بات پر متفق نہیں چنانچہ وہ اعتراض کرتے ہیں کہ بھلا ایسے کس طرح علاج ہو سکتا ہے (حافظ ابن قیمؒ ان کی تردید کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ) جو شخص بھی مذکورہ بالا علاج سے انکار کرے گا یا ایسا علاج کرنے والے سے مزاح کرے گا یا اس علاج میں کسی کو کسی قسم کا کوئی بھی شک ہوگا تو یہ علاج اسے کچھ فائدہ نہ دے گا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اس علاج پر صدق دل سے یقین نہیں رکھتا، صرف تجربے کے طور پر کرتا ہے تو اسے بھی یہ علاج کچھ فائدہ نہ دے گا۔ [زاد المعاد / ج: ۴ ص: ۱۵۷]

غسل کرنے میں حکمت

حافظ ابن قیمؒ غسل کے طریقے سے علاج کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: درحقیقت انسانی طبیعت میں کچھ ایسے خواص ہوتے ہیں جن کی علت اطباء

نہیں جانتے۔ ان خواص کا انکار جاہل قسم کے لوگ ہی کرتے ہیں۔ اس طریقہ علاج سے صحیح فہم و فراست والا شخص ہی صحت یابی حاصل کر سکتا ہے جو اس علاج کی مرض سے مناسبت کو سمجھتا ہو۔ غصے والے نفس کا علاج یہ ہے کہ اس کے غصے کو ٹھنڈا کر دیا جائے۔ یہ علاج بالکل ایسے ہی ہے جیسے کسی شخص کے ہاتھ میں آگ کا شعلہ ہو اور وہ اسے آپ پر پھینکنا چاہے اور آپ اس شعلے پر پانی گرا دیں تو وہ شعلہ اس کے ہاتھ ہی میں ٹھنڈا ہو جائے گا۔ اسی وجہ سے حاسد کو حکم دیا گیا ہے کہ کسی اچھی چیز کو دیکھ کر یہ دعا پڑھے ”اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَيْهِ“ تاکہ جو بری تاثیر اس حاسد کی آنکھوں میں ہے وہ اس دعا سے ختم ہو جائے۔

چونکہ کسی چیز کی دوا اس چیز کے مخالف ہوتی ہے (یعنی کسی کو سردی لگ جائے تو اسے گرم اشیاء استعمال کرنے کی ہدایت کی جاتی ہیں اور اگر گرمی لگ جائے تو سرد اشیاء استعمال کرائی جاتی ہیں) لہذا جب کسی حاسد کے دیکھنے (اور بری نظر لگنے) سے جسم میں جو خواص پیدا ہوتے ہیں وہ نرم جگہوں سے باہر نکلنے کی کوشش کرتے ہیں اور زیادہ نرم جگہیں ہاتھ، پاؤں، چہرہ، کہنیاں، ازار بند کے اندرونی اعضاء ہی ہیں، تو جب ان اعضاء کو پانی سے دھویا جاتا ہے تو پیدا ہونے والے خواص کا اثر باطل ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ عمل نہیں کر پاتے۔

مذکورہ اعضاء شیطانی ارواح کے لیے بھی خاص ہیں اور غسل کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان اعضاء کو پانی سے دھونے سے وہ شیطانی آگ بجھ جائے اور پیدا ہونے والے خواص بھی ختم ہو جائیں۔ [زاد المعاد ج: ۴ ص: ۱۵۷-۱۵۸]



باب ہفتم (۷)

”جادو“ کی حقیقت، اسباب، اور اس کا علاج

جادو کی تعریف

حافظ ابن قیمؒ جادو کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”السحر هو مركب من تأثيرات الارواح الخبيثة وانفعال القوى الطبيعية عنها“

”یعنی جادو مختلف خبیث روحوں سے ترکیب پانے والی ایک ایسی چیز ہے جس سے

انسانی طبیعت متاثر ہوتی ہے۔“ [زاد المعاد، ج: ۴، ص: ۱۱۵]

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

”السحر في اللغة عبارة عما لطف و خفى سبه“

”عربی زبان میں ’سحر‘ (جادو) ہر ایسی چیز کو کہا جاتا ہے جو باریک ہو اور اس کا سبب

مخفی ہو۔“ [تفسیر ابن کثیرؒ، ج: ۱، ص: ۲۲۰]

جادو ایک حقیقت ہے یا تخیل؟

بعض لوگوں کی رائے ہے کہ جادو حقیقت میں کچھ نہیں بلکہ یہ احساس و تخیل اور فریب نظر ہے۔ ان لوگوں میں سے امام ابو جعفرؒ، امام شافعیؒ، امام ابو بکر الجصاصؒ، امام ابن حزمؒ ظاہریؒ اور امام ابو حنیفہؒ شامل ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ: ابو عبد اللہ قرطبیؒ نے فرمایا: ”ہمارے نزدیک جادو برحق ہے اور ہم مانتے ہیں کہ جب اللہ کو منظور ہو، جادو اپنا اثر دکھادیتا ہے۔ اگرچہ معتزلہ (ایک عقل پرست گمراہ فرقہ) اور شوافع میں سے ابو اسحاق الاسفرائینیؒ اس کے قائل نہیں، وہ کہتے ہیں کہ: جادو جھوٹ اور

خیالات ہی ہیں۔ جبکہ جادو ہاتھ کی چلا کی سے بھی ہوتا ہے اور کبھی دھاگوں وغیرہ کی مدد سے بھی..... وزیر ابو المعطر سحی بن محمد بن ہبیرہؒ نے اپنی کتاب ”الاشراف علی مذاہب الاشراف“ میں سحر کے باب میں کہا ہے کہ: اس بات پر اجماع ہے کہ جادو ایک حقیقت ہے لیکن امام ابو حنیفہؒ اس کے قائل نہیں (یعنی ان کے بقول جادو صرف آنکھوں پر اثر کرتا ہے، متعلقہ چیز کی حقیقت کو نہیں بدلتا) [تفسیر ابن کثیر ج: ۱ ص: ۲۲۰]

حافظ ابن کثیرؒ ایک اور جگہ فرماتے ہیں: ابو عبد اللہ الرازیؒ نے اپنی تفسیر میں فرقہ معتزلہ کے متعلق بیان کیا ہے کہ وہ جادو کے وجود کے منکر ہیں بلکہ بعض تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ: جو جادو کو برحق تسلیم کرتا ہے، وہ کافر ہے۔“ لیکن اہل سنت جادو کے وجود کے قائل ہیں۔ اور وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ جادو گر، جادو کے زور سے ہوا میں اڑ سکتے ہیں، انسان کو (بظاہر) گدھا اور گدھے کو (بظاہر) انسان بنا کر دکھا سکتے ہیں مگر جادوئی کلمات اور منتر تنتر کے وقت (یعنی جب جادو گر جادو کا عمل کرتا ہے اس وقت) ان چیزوں کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے (یعنی جادو کی وجہ سے وہ عمل تو نہیں ہوا بلکہ وہ اللہ کی مشا سے ہوا ہے) ہم (اہلسنت والجماعت) آسمان اور ستاروں کو اثر ظاہر کرنے والا نہیں مانتے جبکہ فلاسفہ، نجومی اور بے دین لوگ تو ستاروں اور آسمان ہی کو مؤثر مانتے ہیں۔ اہل سنت کی ایک دلیل تو یہ آیت ﴿وَمَا هُمْ بِضَّارِّينَ﴾ ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ خود آنحضرت ﷺ پر جادو کیا گیا تھا اور آپ پر اس کے اثرات بھی ظاہر ہوئے تھے۔ اس کی تیسری دلیل جادو کے حوالے سے اس عورت کا واقعہ ہے جسے حضرت عائشہؓ نے بیان فرمایا ہے۔ اہل النبی اس کے علاوہ اور بھی بیسیوں ایسے ہی واقعات بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ [تفسیر ابن کثیر ج: ۱ ص: ۲۱۶]

ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن قیمؒ دونوں کا مسلک یہی ہے کہ جادو حقیقت ہے محض تخیل نہیں..... حافظ ابن کثیرؒ، ابو البرکاتی بن محمد کی کتاب ”الاکراہ فی مذہب الاثرات“

کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس بات پر اجماع اور اتفاق ہے کہ ”ان السحر له حقيقة“ یعنی جادو واقعی ایک حقیقت ہے۔ [بحوالہ ”جادو، علم نجوم، ہامسری

اور جنات کی حقیقت“ از پروفیسر عبداللہ شاہین۔ صفحہ ۱۸]

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ ”بعض لوگوں نے اس چیز کا انکار کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر جادو ہوا ہو کیونکہ یہ عیب و نقص ہے لیکن ان کا یہ دعویٰ غلط ہے۔ اس لیے کہ آپؐ پر (واقعی) جادو ہوا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے آنحضرت ﷺ دیگر جسمانی امراض میں مبتلا ہوا کرتے تھے اور یہ بھی ایک مرض ہے۔ نیز جس طرح آپؐ کو زہر کی تکلیف پہنچی تھی، اسی طرح جادو سے بھی آپؐ کو جسمانی تکلیف پہنچی جیسا کہ بخاری و مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ پر جادو ہوا اور آپؐ کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ آپؐ اپنی بیویوں کے پاس گئے ہیں مگر فی الواقع ایسا نہیں ہوتا تھا اور یہ جادو کی سب سے سخت صورت ہے۔“ [زاد المعاد / ج: ۴ ص: ۱۱۳-۱۱۴]

موصوف مزید فرماتے ہیں کہ: قاضی عیاضؒ نے کہا کہ: جادو دوسری بیماریوں کی طرح ایک بیماری ہی ہے جو انسان کو پیش آتی ہے۔ لہذا نبی ﷺ پر جادو کا ہونا بعید از قیاس قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ یہ (جادو) بیماریوں کی ان اقسام سے ہے جن کا انکار ممکن نہیں۔ لہذا نبی اکرم ﷺ کو ایسا محسوس ہونا کہ آپؐ نے ایک کام کر لیا ہے مگر فی الواقع آپؐ نے وہ کام نہ کیا ہوتا تھا، تو یہ صرف جادو کی بنا پر تھا۔ [زاد المعاد / ج: ۴ ص: ۱۱۴]

جادو سیکھنا کیسا ہے؟

حافظ ابن کثیرؒ رقمطراز ہیں کہ: ابو عبد اللہ رازیؒ نے فرمایا: جادو کا علم برا ہے نہ ممنوع ہے اور اس پر محقق علماء کا اتفاق ہے، کیونکہ (اس کی دو جوہات ہیں) ۱۔ ایک تو ہر علم بذات خود معزز ہے اور اللہ تعالیٰ کا عمومی فرمان بھی ہے: ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [الزمر ۹]

”آپ ﷺ ان سے پوچھیے! کیا علم رکھنے والے اور بے علم برابر ہیں؟“

۲۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر جادو کا علم حاصل کرنا غلط ہوتا تو اس میں اور معجزہ میں فرق کرنا ناممکن ہوتا، ہوان دونوں میں فرق کرنے کے لیے جادو کا علم سیکھنا واجب ہے اور جو چیز واجب ہوتی ہے وہ حرام اور بری کیسے ہو سکتی ہے؟ [تفسیر ابن کثیر ج: ۱ ص: ۲۱۶]

حافظ ابن کثیرؒ امام رازیؒ کے مسلک مذکور پر تنقید کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ: امام رازیؒ کا کلام درج ذیل لکھو جو بات کی بنا پر قابل مواخذہ ہے:

۱۔ ان کا یہ کہنا کہ جادو کا علم حاصل کرنا برا نہیں تو اس سے ان کی مراد اگر یہ ہے کہ جادو کا علم حاصل کرنا عقلاً برا نہیں تو ان کے مخالف فرقہ معتزلہ اس بات سے انکار کرتے ہیں (یعنی عقلاً اس کی برائی کے قائل ہیں) اور اگر ان کی مراد یہ ہے کہ جادو کا علم حاصل کرنا شرعاً برا نہیں تو اس آیت ﴿وَاتَّبِعُوا مَا تَتْلُو الشَّيَاطِينُ.....﴾ میں جادو سیکھنے کو برا قرار دیا گیا ہے۔ نیز صحیح مسلم میں رسول اکرم ﷺ کا فرمان مروی ہے کہ

((من أتى عرافاً أو كاهناً فقد كفر بما أنزل على محمد))

”جو شخص بھی عراف یا کاهن کے پاس گیا اس نے محمد ﷺ پر نازل کی گئی شریعت کا انکار کیا۔“

[سنن ابن ماجہ: کتاب الطہارۃ: باب النہی عن اتیان الحائض (۶۳۹) مسند احمد

(ج: ۲ ص: ۴۰۸، ۴۲۹)]

اسی طرح سنن اربعہ میں مروی ایک اور حدیث میں ہے کہ

((من عقد عقدة ونفث فیہا فقد كفر))

”جس نے گرہ باندھی پھر اس میں جھاڑ پھونک کی تو گویا اس نے کفر کیا۔“

[سنن النسائی: کتاب تحریم الدم: باب الحکم فی السحرة حدیث (۴۰۸۴)]

۲۔ ان کا یہ کہنا کہ ”جادو سیکھنا ممنوع بھی نہیں اور اس پر محقق علماء کا اتفاق ہے“..... تو مذکورہ آیت اور احادیث کی موجودگی میں یہ ممنوع کیسے نہیں ہوگا؟ اور محقق علماء کا اتفاق تو تب ہو جب اس سلسلے میں تمام علمائے امت یا اکثر و بیشتر علماء کے اقوال موجود ہوں (اگر موجود ہیں) تو پھر ان کے وہ اقوال کہاں ہیں؟

۳۔ پھر امام رازیؒ کا جادو کے علم کو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [الزمر/۹] میں داخل کرنا.....، یہ بھی درست نہیں کیونکہ اس میں صرف علم شرعی کے حامل علماء کی تعریف کی گئی ہے۔

۴۔ پھر امام رازیؒ کا یہ کہنا کہ جادو اور معجزہ میں فرق کرنے کے لیے علم جادو حاصل کرنا واجب ہے، تو یہ کیسے درست ہو سکتا ہے جب کہ صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؓ اور ائمہ کرامؓ جادو کا علم نہ رکھنے کے باوجود معجزات کو جانتے تھے اور ان (معجزات) اور جادو کے علم میں فرق کر لیتے تھے! [تفسیر ابن کثیر ۱/ج: ۱ ص: ۲۱۶، ۲۱۷]

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے اس بات کو واضح کر دیا کہ جادو سیکھنے والے اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ جادو گر کے لیے آخرت (کی بھلائی) میں سے کوئی حصہ نہیں لیکن پھر بھی دنیا کے مال و متاع کے لیے وہ جادو سیکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَمَثُوبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ خَيْرٌ﴾ اور اگر یہ لوگ (جادو سیکھنے والے) صاحب ایمان متقی بن جاتے تو (دنیا و آخرت میں) اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہترین ثواب انہیں ملتا..... دنیا کی جاہ و شہرت اور مال و دولت حاصل کرنے کے لیے لوگ جادو سیکھتے ہیں اور اسے (سیکھنے کے لیے) کفر و شرک کا ارتکاب بھی کرتے ہیں۔ صحیح بخاری میں بنی اکرم ﷺ کے متعلق مروی ہے کہ:

((أَنَّهُ عَدَّ مِنَ الْكِبَائِرِ الْإِشْرَاقَ بِاللَّهِ، وَالسَّحَرُ، وَقَتْلَ النَّفْسِ وَالرِّبَا، وَالْفِرَارَ مِنَ الزَّحْفِ، وَقَذْفَ الْمُحَصَّنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ))

”نبی اکرم ﷺ نے اللہ کے ساتھ شرک کرنے کو، جادو (سیکھنے سیکھانے کو) کسی کو (ناحق قتل) کرنے، سود کھانے، ہلائی سے بھاگنے اور پاکدامن غافل مومن عورتوں پر تہمت لگانے کو بڑے بڑے گناہوں میں سے شمار کیا ہے۔“ [مجموعۃ الفتاویٰ ۱/ج: ۲۹ ص: ۲۱۱]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا يَعْلَمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ﴾ [البقرة ۱۰۲]

”وہ دونوں (ہاروت اور ماروت نامی دو فرشتے) بھی کسی شخص کو اس وقت تک (جادو)

نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیں کہ ہم تو ایک آزمائش ہیں، لہذا تو کفر نہ کر۔“

مذکورہ بالا آیت کے تحت حافظ ابن کثیرؒ ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا: جب دو فرشتوں کے پاس کوئی شخص جادو سیکھنے کے لئے آتا تو وہ اسے سختی سے منع کرتے اور اسے کہتے ”إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ“ کہ ہم تو آزمائش (کے لئے) ہیں، پس تو کفر نہ کر۔“

(یہ بات وہ اس لیے کہتے تھے کہ) انہیں خیر و شر اور کفر و ایمان کا علم تھا اور انہوں نے جان لیا تھا کہ جادو کفر (کے کاموں میں) سے ہے۔ [تفسیر ابن کثیر

ج: ۱ ص: ۲۱۳، ۲۱۴]

ان تمام دلائل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جادو سیکھنے کے لیے کفر و شرک کا ارتکاب ضروری ہے ورنہ اس کے بغیر بندہ جادو نہیں سیکھ سکتا۔

حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں ابن جریرؒ سے ایک عجیب و غریب واقعہ بھی بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ دومتہ الجندل کی ایک عورت نبی اکرم ﷺ کی وفات کے تھوڑے ہی زمانہ کے بعد آپ کی تلاش میں آئی اور آپ ﷺ کے انتقال کی خبر سن کر بے چین ہو گئی اور رونے پینے لگی یہاں تک کہ مجھے اس پر ترس آ گیا۔ (میرے دریافت کرنے پر) وہ کہنے لگی: مجھے اس بات کا خدشہ ہے کہ میں تباہ و برباد ہو جاؤں گی۔ (پھر اس نے اپنا واقعہ یوں بیان کیا کہ) میرے اور میرے شوہر کے درمیان ہمیشہ ناچاقی رہا کرتی تھی، ایک مرتبہ وہ لاپتہ ہو گیا۔ پھر میرے پاس ایک بوڑھیا آئی، میں نے اسے سارا واقعہ بیان کیا۔ اس نے کہا: جو میں کہوں گی اگر تو وہی کرے گی تو وہ (تیرا شوہر) خود بخود تیرے پاس آ جائے گا۔ (میں تیار ہو گئی) وہ رات کے وقت دو کالے کتے لے کر میرے پاس آئی۔ ایک پر وہ خود سوار ہوئی اور دوسرے پر

میں سورا ہو گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں ہم بابل پہنچ گئیں۔ میں نے وہاں دو شخص لٹکے ہوئے دیکھے۔ انہوں نے پوچھا: کیوں آئی ہو؟ میں نے بتلایا: جادو سیکھنے آئی ہوں۔ انہوں نے کہا: واپس لوٹ جا۔ میں نے انکار کیا اور کہا: میں واپس نہیں جاؤں گی (بلکہ میں جادو سیکھوں گی) تو انہوں نے کہا: اچھا پھر جا اور اس تنور میں پیشاپ کر کے واپس آ۔ میں گئی لیکن ڈر کی وجہ سے پیشاب کیے بغیر ان کے پاس آ گئی۔ انہوں نے پوچھا: تو نے کیا دیکھا؟ میں نے کہا: کچھ نہیں۔ انہوں نے کہا: (ابھی کچھ نہیں بگڑا) تو جادو نہ سیکھ اور واپس اپنے شہر چلی جا۔ میں نے کہا: نہیں۔ انہوں نے پھر کہا: جلاور اس تنور میں پیشاب کر۔ میں گئی، میں بہت زیادہ خوف زدہ ہو گئی، اور اس مرتبہ بھی بغیر پیشاب کیے واپس آ گئی.....

(پھر وہی سوال وجواب ہوئے اور پھر) تیسری مرتبہ میں گئی اور میں نے اس میں پیشاب کر دیا، اچانک میں نے ایک گھڑ سوار نکلتے دیکھا جو آسمان کی طرف چڑھ گیا اور نظروں سے اوجھل ہو گیا، تب انہوں نے کہا: تو سچ کہتی ہے، یہ تیرا ایمان تھا جو تجھ سے نکل گیا۔ اب چلی جا۔ میں نے بڑھیا کو کہا: انہوں نے تو مجھے کچھ بھی نہیں سکھایا! اس نے کہا: (تجھے سب کچھ آ گیا ہے) تو جو کہے گی ہو جائے گا۔ گندم کا دانہ لے اور اسے اگا، میں نے آزمائش کے لیے (گندم کے دانے کو) کہا: اگ جا! وہ اگ گیا، میں نے کہا: تجھ میں بالیاں پیدا ہو جائیں۔ وہ بھی ہو گئیں۔ میں نے کہا: سوکھا جا۔ وہ سوکھ گیا، میں نے کہا: الگ الگ دانہ ہو جا، وہ بھی ہو گیا۔ میں نے کہا: آتا بن جا۔ وہ بھی بن گیا، میں نے کہا: روٹی پک جا۔ وہ بھی ہو گیا، جب میں نے دیکھا کہ ہر کام میری منشا اور حکم کے مطابق ہو جاتا ہے، تو میں شرمندہ ہوئی۔ اے ام المؤمنین! اللہ کی قسم میں نے اس جادو سے کوئی کام لیا نہ کسی پر جادو کیا (اب میں کیا کروں؟ اتنا کہہ کر وہ چپ ہو گئی) صحابہ کرامؓ بھی متحیر تھے کہ اسے کیا بتائیں؟ آخر کار ابن عباسؓ نے یا بعض

دوسرے صحابہ کرامؓ نے کہا: (تم اس فعل کو نہ کرو۔ تو بہ واستغفار کرو) اور اگر تیرے والدین زندہ ہیں تو ان کی خدمت کرو۔ [تفسیر ابن کثیر (ج: ۱ ص: ۲۱۲) واضح رہے کہ اس کی سند میں ضعف ہے]

جادوگر کے بارے میں شرعی حکم

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ: اللہ کے قرآن، نبی ﷺ کے فرمان اور اجماع امت سے یہ بات ثابت ہے کہ جادو کرنا حرام ہے بلکہ اکثر علماء تو یہاں تک کہتے ہیں کہ جادوگر کافر ہے اور اسے قتل کرنا واجب ہے۔ حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت حفصہ بنت عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن جندبؓ سے جادوگر کو قتل کرنا ثابت ہے۔ حضرت جندب بن عبداللہؓ سے تو مرفوعاً (یعنی نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے) یہ کام (جادوگر کا قتل کرنا) ثابت ہے۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَى﴾ [طہ: ۶۹]

”اور جادوگر کہیں سے بھی آئے، فلاح نہیں پاسکتا۔“ [مجموع الفتاویٰ

ج: ۲۹ ص: ۲۱۱]

حافظ ابن کثیر رقمطراز ہیں کہ: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ”ولو انهم امنوا واتقوا.....“ سے ان علماء نے دلیل لی ہے جو جادوگر کو کافر کہتے ہیں، اور وہ امام احمد بن حنبلؓ اور سلف صالحین کا ایک گروہ ہے، جب کہ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ سے مذکور ایک روایت میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ جادوگر کافر تو نہیں البتہ واجب القتل ہے۔ اور وہ روایت یہ ہے کہ عمر بن دینار نے بجلہ بن عبدہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت عمرؓ نے اپنے عاملین کو خط لکھا کہ

((’ان اقتلوا کل ساحر أو ساحرة)) ”ہر جادوگر مرد اور عورت کو قتل کر دو۔“

بجلہ بن عبدہ نے کہا: چنانچہ ہم نے تین جادوگروں کو قتل کیا۔ اس حدیث کو امام بخاریؒ

نے بھی صحیح بخاری میں روایت کیا ہے۔ اسی طرح حضرت حفصہ ام المؤمنین کے متعلق بھی مروی ہے کہ ان کی لونڈی نے ان پر جادو کیا، جس پر اس لونڈی کو قتل کر دیا گیا۔ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا: تین صحابہ کرامؓ سے جادو گروں کو قتل کرنا ثابت ہے..... متعدد طرق سے روایت کیا گیا ہے کہ ولید بن عقبہ کے پاس ایک جادو گر تھا جو اپنا کرتب بادشاہ کو دکھایا کرتا تھا۔ وہ (بظاہر) ایک شخص کا سر کاٹ لیتا پھر آواز دیتا تو سر جڑ جاتا۔ تو لوگ کہتے: سبحان اللہ! یہ تو مژدوں کو زندہ کر دیتا ہے! مہاجرین صحابہ میں سے ایک بزرگ صحابیؓ نے یہ دیکھا اور دوسرے دن تکوا رسونٹے ہوئے آئے۔ جب جادو گر نے اپنا کھیل شروع کیا، تو اس صحابیؓ نے اپنی تلوار سے خود اس کی گردن ازادی اور فرمایا: اگر یہ (جادو گر) سچا ہے تو اپنے آپ کو زندہ کرے، پھر قرآن کی یہ آیت پڑھ کر لوگوں کو سنائی:

﴿افْتَنُتُمْ السَّحَرُ وَأَنْتُمْ تَبْصُرُونَ﴾

”پھر کیا وجہ ہے جو تم آنکھوں دیکھے جادو میں آ جاتے ہو۔“

چونکہ اس بزرگ صحابیؓ نے جادو گر کو قتل کرنے سے پہلے حاکم وقت ولید کی اجازت نہیں لی تھی، لہذا اس بادشاہ (نے ناراض ہو کر) انہیں قید کر دیا البتہ پھر بعد میں چھوڑ دیا۔ [تفسیر ابن کثیر ج: ۱ ص: ۲۱۵-۲۱۶]

شیخ مزید فرماتے ہیں کہ: جادو کو سیکھنے والے اور اس کو استعمال میں لانے والے کو امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ تو کافر بتلاتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے بعض شاگردوں کا قول ہے کہ اگر جادو بچاؤ کے لیے سیکھے تو کافر نہیں ہوتا۔ ہاں جو اس کا اعتقاد رکھے اور نفع دینے والا سمجھے تو وہ کافر ہے اور اسی طرح جو خیال کرتا ہے کہ شیاطین یہ کام کرتے ہیں اور اتنی طاقت رکھتے ہیں، وہ بھی کافر ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں: جادو گر سے دریافت کیا جائے گا، اگر وہ بابل (شہر) والوں کا سا عقیدہ رکھتا ہو اور سات ستاروں کو تاثیر پیدا کرنے والا جانتا ہو تو وہ کافر ہے، اگر یہ عقیدہ نہ ہو تو پھر بھی اگر جادو کو جائز سمجھتا ہو تو کافر ہی ہے۔

امام مالکؒ اور امام احمدؒ نے فرمایا: کہ جادو گر نے جب جادو سیکھا اور اسے استعمال میں لایا تو وہیں اسے قتل کیا جائے۔ امام شافعیؒ اور ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں: جب تک وہ یہ عمل بار بار نہ کرے یا کسی شخص معین کے متعلق خود اقرار نہ کرے تب تک اسے قتل نہ کیا جائے۔ تینوں اماموں کے نزدیک جادو گر کا قتل کرنا بوجہ حد کے ہے جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک بوجہ قصاص کے ہے۔ [تفسیر ابن کثیر ج: ۱ ص: ۲۲۰]

جادو گر عورت، اہل کتاب اور ذمی جادو گر کا حکم

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ: اہل کتاب کا جادو گر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قتل کیا جائے گا جب کہ امام مالکؒ، امام احمدؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ لبید بن اعصم (یہ ایک یہودی تھا جس نے بنی پُر جادو کیا وار آپؐ نے اسے قتل نہیں فرمایا تھا) کے واقعہ کی وجہ سے اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔

اگر کوئی مسلمان عورت جادو گر بنی ہو تو اس کے متعلق امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ وہ قید کر دی جائے اور اسے قتل نہ کیا جائے جب کہ بقیہ تینوں اماموں کے نزدیک اس کا حکم مسلمان مرد جادو گر کے حکم کی طرح ہی ہے۔ واللہ اعلم!..... امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ: اگر ذمی کے جادو سے کوئی مر جائے تو ذمی کو بھی قتل کیا جائے گا۔ [تفسیر ابن کثیر ج: ۱ ص: ۲۲۰-۲۲۱]

جادو کی اقسام

جادو ایک ہی طرح کا نہیں ہوتا بلکہ اس کی مختلف اقسام ہیں۔ بعض جادو چیز کی ماہیت کو بدل کر رکھ دیتے ہیں اور اس چیز پر اثر انداز ہوتے ہیں جبکہ بعض جادو چیز کی ماہیت کو تبدیل تو نہیں کرتے لیکن لوگوں کی آنکھوں پر ان کا اثر ہوتا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ چیز کی حالت بدل گئی ہے۔ ذیل میں ہم چند اقسام پر روشنی ڈالتے ہیں۔

بندش کا جادو

اس قسم کے جادو میں مرد کو اس کی بیوی سے روک دیا جاتا ہے یعنی مرد کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ ازدواجی تعلق قائم کر سکتا ہے لیکن جب اپنی بیوی کے قریب جاتا ہے تو وہ تعلق قائم نہیں کر پاتا یا ویسے ہی مرد یہ سمجھتا ہے کہ میں اپنی عورت سے ہمبستری کر چکا ہوں جبکہ فی الواقع اس نے ایسا کیا نہیں ہوتا۔ جادو کی اس قسم کے بارے میں حافظ ابن کثیر رقمطراز ہیں کہ:

”حضرت عائشہؓ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا۔ اس کی وجہ سے آنحضرت ﷺ سمجھتے تھے کہ آپ ﷺ لڑواں مطہرات کے پاس آئے ہیں حالانکہ آپ ﷺ آئے نہ ہوتے تھے۔ (حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں: جادو کا یہی سب سے بڑا اثر ہے۔ جب نبیؐ کی یہ حالت ہوگئی تو) ایک دن آپ ﷺ فرمانے لگے: اے عائشہؓ! کیا تو جانتی ہے میں جس چیز کے متعلق اللہ سے پوچھ رہا تھا اللہ نے اس کا جواب مجھے دے دیا ہے؟ میرے پاس دو شخص (حضرت جبریلؑ اور حضرت میکائیلؑ) آئے۔ ایک میرے سر کی طرف ہو گیا اور دوسرا میرے پاؤں کی طرف۔ سر ہانے والے نے دوسرے سے پوچھا: ان کا کیا حال ہے؟ (یعنی ان صاحب کی بیماری کیا ہے؟)

اس نے جواب دیا: ان پر جادو ہوا ہے۔

پہلے نے پوچھا کہ کس نے جادو کیا؟

دوسرے نے جواب دیا: لیلید بن اعصم نے جو اس بنو زریق قبیلے کا ہے جو یہودیوں

کا حلیف ہے اور یہ منافق شخص ہے۔

پہلے نے پوچھا: جادو کس چیز میں ہے؟

دوسرے نے جواب دیا کہ کنگھی اور سر کے بالوں میں۔

پہلے نے پوچھا: یہ جادو کہاں ہے؟

دوسرے نے جواب دیا کہ کنویں میں زکجور کے خوشے میں پتھر کی چٹان کے نیچے ہے۔ چنانچہ پھر نبی اکرم ﷺ اس کنویں کے پاس آئے اور اس میں سے جادو والی اشیاء کو نکلوایا (جب واپس آئے تو عائشہؓ کو بتلایا کہ) اس کا پانی ایسا تھا گویا مہندی کا گدلا پانی ہو اور اس کے (پاس واقع) کججوروں کے درخت شیطانوں کے سروں کی مانند تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے اس جادو کو باہر کیوں نہ کر دیا؟ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے عافیت دے دی اس لیے میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ اب میں خواہ مخواہ لوگوں میں اس برائی کو پھیلاؤں۔ [تفسیر ابن کثیر ج: ۴ ص: ۹۱۷]

حافظ ابن کثیرؒ ایک دوسری جگہ اسی جادو کا علاج بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ: ”حضرت وہب فرماتے ہیں: پیری کے سات پتے لے کر سل بٹے پر کوٹ لیے جائیں پھر انہیں پانی میں ملا دیا جائے۔ بعد ازاں آیت الکرسی پڑھ کر دم کر دیا جائے اور جس پر دم کیا گیا ہے، اسے تین گھنٹ پلا دیا جائے اور باقی پانی سے غسل کر دیا جائے۔ ان شاء اللہ جادو کا اثر زائل ہو جائے گا۔ یہ عمل خصوصیت سے اس شخص کے لیے بہت ہی اچھا ہے، جو اپنی بیوی سے روک دیا گیا ہو۔“ [تفسیر ابن کثیر ج: ۱ ص: ۲۲۱]

جدائی کا جادو

یہ وہ جادو ہے جس کے ذریعے جادوگر میاں بیوی کے مابین جدائی ڈال دیتا ہے چنانچہ جب کسی پر اس قسم کا جادو ہو جائے تو ان کی گہری محبت شدید بغض و عداوت میں بدل جاتی ہے، کبھی مرد کو اپنی بیوی بد صورت معلوم ہونے لگتی ہے اور کبھی وہ اس سے دور رہنا شروع کر دیتا ہے اور کبھی بیوی کو مرد اچھا نہیں لگتا اور کبھی کسی اور طریقے سے ان کے درمیان جدائی پڑ جاتی ہے۔ اسی جادو کے بارے میں قرآن مجید میں یہ کہا گیا ہے:

﴿فَيَعْلَمُونَ مِنْهُمَا مَا يَفْتَرُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ﴾ [البقرة ۱۰۲]

”پھر لوگ ان (دونوں) سے وہ چیز سیکھتے جس سے خاوند بیوی میں جدائی ڈال دیں۔“
 مذکورہ آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیرؒ رقمطراز ہیں کہ: لوگ ہاروت و ماروت سے جادو سیکھتے تھے جس کے ذریعے وہ (لوگ) برے کام کرتے تھے اور مرد و زن کی باہمی محبت اور موافقت کے باوجود ان میں جدائی ڈال دیتے تھے اور یہ (جدائی ڈالنا) شیاطین کا محبوب کام ہے۔ جیسا کہ امام مسلمؒ نے صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت کیا ہے کہ جابر بن عبد اللہؓ نبی اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((ان الشیطان لیضع عرشہ علی الماء ثم یبعث سراہاہ فی الناس، فأقربہم عندہ منزلة أعظمہم عندہ فتنة، یجیء أحدہم فیقول: مازلت بفلان حتی ترکہ وهو یقول کذا وکذا، فیقول ابلیس: لا! واللہ ما صنعت شیئا! ویجیء أحدہم فیقول: فاترکتہ حتی فرقت بینہ و بین أہلہ قال: فیقر بہ ویدنیہ ویلتزمہ ویقول: نعم أنت))
 [صحیح مسلم: کتاب صفات المنافقین: باب تحریش الشیطان..... (۷۱۰۶) مسند احمد (ج: ۳، ص: ۳۱۴، ۳۱۵)]

”شیطان اپنا عرش پانی پر لگاتا ہے پھر اپنے لشکروں کو لوگوں کی طرف (بہکانے کے لیے) بھیجتا ہے۔ اس (شیطان ابلیس) کے نزدیک سب سے زیادہ مرتبہ والا وہ ہے جو فتنے میں سب سے بڑھ کر ہے۔ ان میں سے ایک آ کر کہتا ہے کہ میں نے فلاں کو اس طرح اس طرح گمراہ کر دیا ہے۔ ابلیس (شیطان) کہتا ہے، بخدا! تو نے کچھ بھی نہیں کیا (یعنی یہ تو معمولی کام ہے) یہاں تک کہ ایک اور آ کر کہتا ہے کہ میں نے فلاں شخص اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈال دی ہے۔ شیطان اسے قریب کرتا ہے اس کا مرتبہ بڑھا دیتا ہے اور اسے گلے سے لگا لیتا ہے اور کہتا ہے: ہاں! تو نے واقعی بڑا کام کیا ہے۔“
 پس جادو گر بھی اپنے جادو سے وہ کام کرتا ہے جس سے میاں بیوی میں جدائی ہو جائے اور جدائی اس طرح ہوتی ہے کہ پہلے پہل دونوں میں سے ایک کو دوسرے کی شکل و صورت بری معلوم ہونے لگتی ہے یا ایک دوسرے کے غیر شرعی عادات و اطوار سے

نفرت ہونے لگتی ہے یا دل میں عداوت پیدا ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔ وغیرہ وغیرہ۔ رفتہ رفتہ یہ باتیں بڑھتی ہیں اور آپس میں جدائی واقع ہو جاتی ہے۔ [تفسیر ابن کثیر ج: ۱ ص: ۲۱۴]

نظر بندی کا جادو

اس جادو کو تخیلاتی جادو بھی کہتے ہیں۔ اس جادو کی وجہ سے شے کی ماہیت (حالتِ راصلیت) تو نہیں بدلتی البتہ دیکھنے والے کی آنکھوں پر اس جادو کا اثر ہو جاتا ہے اور اسے ساکن چیز حرکت کرتی اور متحرک چیز ساکن نظر آتی ہے یا پھر چھوٹی چیز بڑی یا بڑی چیز چھوٹی دکھائی دینی شروع ہو جاتی ہے۔ اس جادو کے بارے میں قرآن مجید میں ہے کہ:

﴿قَالُوا يَمْوَسِيٰ اِمَا اَنْ تُلْقٰى وَاِمَا اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقٰىيْنَ قَالَ اَلْقُوا فَلَمَّا اَلْقَوْا

سَحَرُوْا اَعْيٰنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءَ وَاَبْسَحُوْا عَظِيْمٌ﴾ [الاعراف: ۱۱۶]

”ان ساحروں نے عرض کیا کہ اے موسیٰ! خواہ آپ ڈالیں اور یا ہم ہی ڈالیں؟ (حضرت موسیٰ) نے فرمایا کہ تم ہی ڈالو، پس جب انہوں نے (اپنی رسیوں اور لاثیوں کو میدان میں) ڈالا تو لوگوں کی نظر بندی کر دی اور ان پر ہیبت غالب کر دی اور ایک طرح کا بڑا جادو دکھلایا۔“

حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کے تحت رقمطراز ہیں کہ: یہ صرف نظر بندی تھی، فی الواقع خارج میں ان (رسیوں اور لاثیوں) کا وجود نہیں بدلاتھا بلکہ وہ لوگوں کو زندہ سانپوں کی حالت میں دکھائی دینے لگی تھیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاِذَا جَآءَهُمْ وَعَصِيْهُمُ يُخَيَّلُ اِلَيْهِمْ سَحَرُهُمْ اَنَّهُمْ تَسْمَعُوْنَ.....﴾ [طہ: ۶۶]

”اب تو موسیٰ کو یہ خیال گزرنے لگا کہ ان کی رسیاں اور لکڑیاں ان کے جادو کے زور سے بھاگ دوڑ رہی ہیں۔“

سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں پر جادو ہوا پھر فرعون کی، پھر تماشاخیوں کی آنکھوں پر جادو ہوا، اس کے بعد ہر آدمی نے اپنی اپنی رسی اور لاٹھی پھینکی تو ہزار ہا کی تعداد میں پہاڑوں کے برابر سانپ نظر آنے لگے جو اوپر تلے ایک دوسرے سے لپٹ رہے تھے اور ان سے میدان بھر گیا۔ امام سدی کہتے ہیں کہ تیس ہزار سے کچھ زائد آدمی (جادو گر) تھے۔ ہر ایک کے پاس رسی اور لاٹھی تھی۔ [تفسیر ابن کثیر ج: ۲ ص: ۳۷۸-۳۷۹]

جادو کے علاج کے طریقے

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جادو کے علاج کے لیے دو طریقے بیان کیے جاتے ہیں:

۱۔ پہلا طریقہ، جو زیادہ واضح ہے، وہ یہ ہے کہ جادو والی چیز کو تلاش کر کے اسے ختم کر دیا جائے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ (جب آپ ﷺ پر جادو ہوا تو) آپ نے اللہ تعالیٰ سے اس (جگہ یا جادو) کے متعلق سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے (دو فرشتوں کے ذریعے) آپ ﷺ کو وہ جگہ (کنواں) بتا دی۔ (جہاں جادو والی چیزیں رکھی گئی تھیں) آپ ﷺ نے اس کنویں سے وہ چیزیں نکلوائیں۔ یہ ایک کنگھی، چند بال اور ایک زکھور کا خوشہ تھا۔ جب آپ ﷺ نے اسے ختم کیا تو آپ ﷺ بالکل تندرست ہو گئے۔

۲۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جس جگہ پر جادو کی وجہ سے درد محسوس ہو وہاں سے گندامادہ (سینگی کے ذریعے) نکلا دیا جائے چونکہ جادو کا طبیعت پر ایک بوجھ ہوتا ہے لہذا جب انسان اپنے کسی عضو میں یہ اثر محسوس کرے اور وہ اپنے اس عضو سے گندامادہ نکلاوے پر بھی قادر ہو تو یہ علاج بھی نفع بخش ہے۔ ابو عبیدہ نے اپنی کتاب 'غریب الحدیث' میں عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کی سند سے بیان کیا ہے کہ

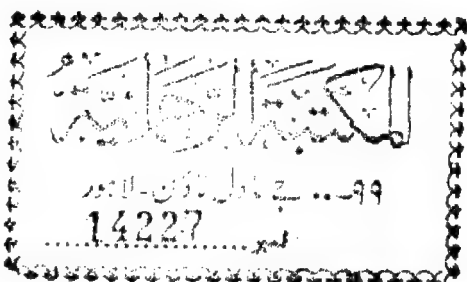
”أن النبی ﷺ احتجم علی رأسه بقرن حین طب“ / ”جب نبی اکرم ﷺ پر

جادو ہوا تو آپ ﷺ نے سینگی لگوائی“ [ازاد السعاد ج: ۴ ص: ۱۱۴-۱۱۵]

ان دو طریقوں کے علاوہ ایک اور طریقہ بھی ابن قیمؒ نے بیان کیا ہے، فرماتے ہیں کہ:

.. جادو کے علاج کے لیے سب سے زیادہ نفع مند طریقہ قدرتی دوا (اذکار، تعویذات اور دیگر دعائیں وغیرہ) کا بھی ہے۔ چونکہ جادو غیبی روحوں کے اثرات کی وجہ سے ہوتا ہے لہذا ان کے اثرات کو ان کے مد مقابل اذکار، آیات قرآنیہ اور دعاؤں ہی سے رد کیا جاسکتا ہے۔ یہ علاج جس قدر مضبوط اور زیادہ ہوگا اتنا ہی نفع بخش ہوگا۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے دو لشکر اپنے ساز و سامان کے ساتھ آپس میں لڑیں تو ان میں سے زیر دست لازماً دوسرے پر غالب آئے گا..... پس جب دل خدا کی محبت سے سرشار ہوگا اور اس کے ذکر سے لبریز ہوگا اور ذکر و اذکار، تعویذات اور دعاؤں کی طرف متوجہ ہوگا، تو یہ چیزیں جادو کے اثر کو زائل کر دیں گی اور یہی علاج سب سے عمدہ ہے۔

[زاد المعاد ج ۴ ص ۱۱۶]



”سلسلہ دعوت و اصلاح“ از قلم حافظ مبشر حسین لاہوری

راقم الحروف نے آج سے کچھ عرصہ پیشتر ’سلسلہ دعوت و اصلاح‘ کے عنوان سے ایک کتابی سلسلہ شروع کیا جس کا مقصد ایسی کتابیں منظر عام پر لانا تھا جو لوگوں کے عقائد و نظریات میں پائے جانے والے بگاڑ کی اصلاح کریں اور لوگوں کو براہ راست قرآن و سنت سے مربوط کریں۔ اس سلسلہ کے تحت اب تک چار کتابیں شائع ہو کر بحمد اللہ خوب پذیرائی حاصل کر چکی ہیں اور امید ہے کہ اس سلسلہ کی باقی کتابوں کو بھی اسی طرح پذیرائی ملے گی۔ ان شاء اللہ!

اس سلسلہ دعوت و اصلاح کے تحت چونکہ علمی و فکری مباحث پر مشتمل اصلاحی کتابیں پیش کرنا مد نظر ہے، اس لیے شروع ہی سے کوشش یہ کی گئی ہے کہ تحریر کو زیادہ سے زیادہ عام فہم اور دلچسپ اسلوب میں پیش کیا جائے تاکہ صرف اردو پڑھ لینے والے حضرات بھی اس سے اچھی طرح مستفید ہو سکیں۔ آئندہ کتابوں میں اس بات کا اور زیادہ التزام خود قارئین محسوس کر لیں گے۔ اس سلسلہ میں شامل کتابوں کی چند اہم خصوصیات درج ذیل ہیں:

✽ ایک خصوصیت یہ ہے کہ ان میں جن موضوعات کو زیر بحث لایا جا رہا ہے ان کا تعلق ہماری عملی زندگی سے بہت زیادہ ہے۔ ✽ پھر ان میں پاک و ہند کا مخصوص پس منظر اور علاقائی مسائل بھی مد نظر رکھتے ہوئے ہر موضوع پر مواد پیش کیا گیا ہے۔ ✽ ان کتابوں میں براہ راست قرآن مجید اور صحیح احادیث سے جا بجا استدلال کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اہم مسائل میں صحابہ و تابعین کے اقوال اور علمائے سلف کے افکار کو بھی بطور خاص حوالے کے لیے پیش کیا گیا ہے۔ ✽ ہر کتاب میں اس موضوع سے متعلق مختلف مسائل کے حوالے سے پائی جانے والی فراط و تفریط، مگرہانہ فکر اور غلطی ہائے مضامین کی خاطر خواہ نشاندہی و تردید بھی کی گئی ہے۔ ✽ علمی و فکری مباحث کو ایسے دلچسپ انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ پڑھنے والا بوریت محسوس نہ کرے۔

اس سلسلہ میں پیش کی جانے والی کتابوں پر جو علمی و عملی محنت ہو رہی ہے اس کا اندازہ یا مجھے ہے یا میرے رب کو۔ ہر موضوع پر لکھنے سے پہلے اس سے متعلقہ ہر طرح کا مواد اکٹھا کرنا، نفوت شدگان اصحاب علم کے مایہ ناز لٹریچر کو کھگانا، وقت کے اہم اور ممتاز علما سے علمی تبادلہ کرنا، غلطی ہائے افکار کا شکار حضرات سے براہ راست بحث و مباحثہ کرنا، پھر کتابوں کی شکل میں جوہر خالص پیش کرنا..... چند ایسے اشارے ہیں جن سے اس تک دو کا کچھ اندازہ بہر حال کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اس سب کے باوجود خطا و نسیان کے امکان کو رد نہیں کیا جاسکتا ہے اس لیے قارئین سے التماس ہے کہ جہاں کوئی علمی کوتاہی اور فنی خامی دکھائی دے اس سے مطلع فرما کر مشکور ہوں، شکریہ!

1- ☆ نام کتاب ☆ "پیش گوئیوں کی حقیقت اور انکی تعبیر کا صحیح سلفی منہج"

پیش گوئی اور اس کی تعبیر کا صحیح منہج، نبویؐ پیش گوئیوں اور نجومیوں کی پیش گوئیوں میں فرق، خواب اور پیش گوئی کی تعبیر میں فرق، فتنوں اور جنگوں سے متعلقہ نبویؐ پیش گوئیاں اور دور حاضر میں ان کی تعبیر و انطباق کے درست طریقے اور اس کے علاوہ احادیث فتن، الحتمۃ العظمیٰ، شخصیات، علاقہ جات، غیر سرریات اور آخری دور میں ہونے والی جنگوں سے متعلقہ نبویؐ پیش گوئیوں کی جمع و ترتیب کے علاوہ معاصر مفکرین کی غلط تعبیروں کا تنقیدی جائزہ بھی اس کتاب میں لیا گیا ہے۔

2- ☆ نام کتاب ☆ "اسلام میں تصور جہاد اور دور حاضر میں عمل جہاد"

اس کتاب میں بنیادی طور پر دو چیزوں کو پیش کیا گیا ہے۔ ایک تو یہ کہ اسلام میں جہاد کا صحیح تصور کیا ہے۔ اس کے آداب و ضوابط، حدود و قیود اور اغراض و مقاصد کیا ہیں؟ حکومت کی سرپرستی، والدین کی اجازت، معاہدوں کی پابندی، غیر مسلموں سے تعاون..... وغیرہ جیسے مسائل میں آنحضرتؐ کی سیرت سے ہمیں کیا راہنمائی ملتی ہے..... جب کہ دوسری یہ چیز پیش کی گئی ہے کہ دور حاضر میں اپنے حقوق کے دفاع، ظلم کے خاتمہ، قیام امن اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کس طرح کیا جاسکتا ہے۔

☆ نام کتاب ☆ "جہاد اور دہشت گردی" (یہ کتاب پہلی کتاب کا تتمہ ہے)

3- ☆ نام کتاب ☆ "عالموں، کاہنوں، جادوگروں اور جنات کا پوٹھ مارٹم" (مع روحانی علاج) اس کتاب میں دست شناسی، چہرہ شناسی، قیافہ شناسی، علم رمل، جفر، اعداد، علم نجوم، کہانت، ہینانازم وغیرہ جیسے ان تمام علوم کا پوٹھ مارٹم کیا گیا ہے جن کے ذریعے غیب دانی کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں جادو اور جنات کا توڑ اور مختلف بیماریوں کا روحانی علاج قرآن و سنت کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔

4- ☆ نام کتاب ☆ "ہدیۃ العروس" (از دواجی و خانگی احکام و مسائل)

اس کتاب میں شادی بیاہ سے متعلقہ جملہ مسائل مثلاً نکاح کا اسلامی طریقہ، غیر اسلامی رسومات، جہیز و مہر، حقوق زوجین، تعدد ازواج، خلع و طلاق، حلالہ و متعہ، ضبط ولادت، ستر و حجاب اور مخصوص ازدواجی مسائل وغیرہ کا نہ صرف قرآن و سنت کی روشنی میں احاطہ کیا گیا ہے بلکہ پاکستان کے معاشرتی ماحول و پس منظر کو بھی خصوصی طور پر مد نظر رکھتے ہوئے افراط و تفریط کی بہت سی صورتوں کا اس کتاب میں جائزہ لیا گیا ہے۔

5- ☆ نام کتاب ☆ "انسان اور خدا" (زیر طبع) 6- ☆ نام کتاب ☆ "انسان اور شیطان"

7- ☆ نام کتاب ☆ "انسان اور فرشتے"

(مبشر اکیڈمی لاہور.....) قرآن و سنت کی پاسبان اور فکر سلف کی ترجمان

محتاج دعا و اصلاح / حافظ مبشر حسین لاہوری نیوشاد باغ لاہور 03004602878

حافظ مبشر حسین لائبریری کی چند علمی و تحقیقی اور اصلاحی کتب



قرآن و حدیث اور فکر و فلسفہ کی ترجمان
E-Mail: mubshir@hotmail.com Tel: 3333 4322576

مبشر ایدی لائبریری